2/91

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝ القرآن الکریم

وُہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا' اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

ماہنامہ المرشد لاہور

تصوّف کیا ہے؟

لُغت کے اعتبار سے تصوّف کی اصل خواہ صوف ہو اور حقیقت کے اعتبار سے اس کا رشتہ چاہے صفا سے جا ملے، اِس میں شک نہیں کہ یہ دین کا ایک اہم شعبہ ہے جس کی اساس خلوص فی العمل اور خلوص فی النّیّت پر ہے اور جس کی غایت تعلق مع اللہ اور حصولِ رضائے الٰہی ہے۔ قرآن وحدیث کے مطالعے، نبیِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اُسوہ حسنہ اور آثارِ صحابہؓ سے اس حقیقت کا ثبوت ملتا ہے۔

(دلائل السّلوک)

ماہنامہ المرشد لاہور

جلد: ۱۲ — شمارہ: ۷
رجب ۱۴۱۱ھ فروری ۱۹۹۱ء

ماہنامہ المرشد لاہور

یکے از مطبوعات:۔ ادارہ نقشبندیہ اویسیہ: دارالعرفان چکوال

فہرست مضامین

حضرت جی رح نمبر ۲

قلزم فیوضات	۳
علمی محفلیں	۵
ایمان افروز	۱۷
تصوف کی راہیں	۲۶
میرا محسن میرا مرشد	۳۴
قیدی کی رہائی	۴۰
ایک منفرد مناظر	۴۵
یادیں	۴۹

That Man from the Twilight Zone

مجلسِ ادارت

ایڈیٹر: تاج رحیم

☆☆☆☆☆

آرٹ ایڈیٹر: مقصود احمد

بدلِ اشتراک

فی پرچہ دس روپے، ششماہی ۵۵ روپے
چندہ سالانہ ۱۰۰ روپے، تاحیات ۱۰۰۰ روپے

غیر ملکی

	سالانہ — تاحیات
سری لنکا، بھارت، بنگلہ دیش	۲۰۰ روپے / ۲۰۰۰ روپے
مشرق وسطیٰ کے ممالک	۵۵ سعودی ریال / ۲۵۰ سعودی ریال
برطانیہ اور یورپ	۱۲ سٹرلنگ پونڈ / ۶۰ سٹرلنگ پونڈ
امریکہ و کینیڈا	۲۵ امریکن ڈالر / ۱۲۵ امریکن ڈالر

پتہ:۔ ماہنامہ المرشد۔ اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور۔ ٹیلیفون لاہور ۸۴۴۹۰۹

ناشر:۔ پروفیسر حافظ عبدالرزاق، پرنٹر:۔ طیب جمال، ریٹی گن روڈ لاہور

تصوف کیا ہے؟

لغت کے اعتبار سے تصوف کی اصل خواہ صوف ہو اور حقیقت کے اعتبار سے اس کا رشتہ چاہے صفا سے جا ملے' اس میں شک نہیں کہ یہ دین کا ایک اہم شعبہ ہے جس کی اساس خلوص فی العمل اور خلوص فی النیت پر ہے اور جس کی غایت تعلق مع اللہ اور حصول رضائے الٰہی ہے قرآن و حدیث کے مطالعے' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ اور آثار صحابہ سے اس حقیقت کا ثبوت ملتا ہے۔

ماہنامہ **المرشد** کے:

بانی : حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ
مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست : حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ'
شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

مشیر اعلیٰ نشر و اشاعت : پروفیسر حافظ عبدالرزاق ایم۔ اے (عربی) ایم۔ اے (اسلامیات)

ناظم اعلیٰ : کرنل (ریٹائرڈ) مطلوب حسین

اپنی بات

حضرت جی نمبر کا دوسرا حصہ حاضر ہے۔ اس نمبر میں بہت کچھ ہے لیکن وہ ہزاروں ساتھی جو تشنہ لب اس نمبر کا انتظار کرتے رہے ان کی تشنگی تو دور نہ ہو سکے گی کیونکہ یہ کوشش اب بھی نامکمل ہے۔ اللہ توفیق دیتا رہے۔ تو یہ کوشش جاری رہے گی اور جو قیمتی سرمایہ اب تک کئی ساتھیوں کے سینوں میں محفوظ ہے اسے تلاش کر کے تحریر میں لایا جا سکے۔

اس وقت مسلمان جس آزمائش سے دوچار ہیں ایسی آزمائشیں ان پر پہلے بھی آچکی ہیں۔ فرق یہ ہے کہ مسلمانوں کی دو سو کروڑ آبادی میں سے کفار کے خلاف صرف وہ ملک تنہا لڑ رہا ہے جس کی اپنی آبادی صرف ایک کروڑ اور چند لاکھ ہے۔ جس کا شمار ترقی یافتہ ممالک میں نہیں بلکہ تیسری دنیا کا ترقی پذیر ملک ہے۔ جو دنیا کی تین سپر پاورز' امریکہ' برطانیہ اور فرانس' مع ان کے درجنوں اتحادیوں کے' ان کے بحریہ' فضائیہ اور اب بری فوج سے لڑ رہا ہے۔ لاکھوں ٹن گولہ بارود' میزائل اور بم نہتے شہریوں پر برسا کر مسلمانوں کا قتل عام جاری ہے۔ مسلمان ممالک کے حکمران اور سربراہ نہ صرف بے حسی کا مظاہرہ کر رہے ہیں بلکہ کفار و یہود کے ظالم ٹولے کے ساتھ ہیں۔ یہود کو اس وحشیانہ ظلم کے لئے بلانے والے بھی وہی لوگ ہیں جو حرمین شریفین کے تحفظ کے دعویدار ہیں۔ اپنا تخت خود نہ بچا سکے تو یہود کو بلا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کی "کہ یہود کو کبھی سرزمین عرب پر آنے کی اجازت مت دینا" دھجیاں بکھیر دیں۔ دنیا بھر کے مسلمان عراق کے مسلمانوں پر اس بہیمانہ ظلم کے خلاف چیخ چیخ کر خون کے آنسو بہا رہے ہیں لیکن کسی اسلامی ملک کے ایک سربراہ نے بھی عراق کی اخلاقی حمایت تو درکنار وہ تو HIS MASTERS ' VOICE الاپ رہے ہیں۔

فتح و شکست اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ نتیجہ کچھ بھی ہو۔ مشائخ کا اشارہ بھی اس طرف ہے کہ یہ جنگ مسلمانوں کے حق میں نعمت ثابت ہو گی' مسلم اُمہ میں اپنی پہچان کا احساس پیدا ہو گا۔ روس کی طرح امریکہ اور اتحادیوں کی طاقت کا خاتمہ بھی مسلمانوں کے ہاتھوں ہوتا ہے۔ تباہ ہونے کے لئے انہیں کھینچ کر اللہ مسلمانوں کے گھر لے آیا ہے۔ مسلمان ممالک کا نقشہ بدلے گا۔ ان شاہوں اور حکمرانوں کو سر چھپانے کے لئے جگہ نہیں ملے گی۔ غیروں سے تحفظ کے بھکاری حکمرانوں کا احتساب مسلمان عوام خود کر لے گی۔ حکمران اور سربراہ بے دین' بے حس' بزدل اور بکاؤ سہی' لیکن مسلمان عوام کا جذبہ اخوت' غیرت اور اسلام سے محبت ابھی زندہ ہے۔

تاج رحیم

قلزم فیوضات

انہیں کے دم سے یہاں دور تک اجالا ہے
انہیں نے قلب کا شیشہ مرا نکھارا ہے

وہ تپتی دھوپ میں راہ خدا کے اک رہرو
رہ سلوک پہ جن کا گھنیرا سایا ہے

وہ ایک کچی لحد پیڑ کے تلے جس سے
جہان علم و معانی میں نور بکھرا ہے

رہے گی تابہ ابد روشنی قدم بہ قدم
کہ کہکشاؤں میں بھی ان کا نور بکھرا ہے

وہ آب و گل ہی کے پیکر کہ جن کا سوچنے سے
قفس میں جاں کے بہت دور تک اجالا ہے

وہ جن کی باتوں میں خوشبو نبیؐ کے لہجے کی
وہ جن کا نقش قدم سنتوں کا سایا ہے

رہیں سلوک کی واکیں بایں زمان فتن
کشادہ ظرف سے بانٹا نہیں لٹایا ہے

وہ میکدوں سے مصلوں پہ لے کے آئے جنہیں
وہاں سے عرش کی وسعت میں جا اچھالا ہے

اندھیر غرب کی تہذیب ' جاہلیت کا
گرے پڑے تھے جو رہرو انہیں سنبھالا ہے

رہے گا رہتے زمانوں تلک بس ان کا نقش
وہ جن کے دم سے یہاں اسم ذات لکھا ہے

محمد حامد

علمی محفلیں

استاد محترم و شیخ مکرم حضرت مولانا اللہ یار خان" اپنی ہر تقریر اس شعر سے شروع کرتے تھے اس کی وجہ فقیر کی سمجھ میں یہ آئی کہ آپ خواہ کسی موضوع پر تقریر فرماتے اس میں بالواسطہ یا بلاواسطہ صحابہ کی عظمت ضرور بیان فرماتے تھے اس لئے المرشد کے شیخ مکرم نمبر کے لئے جب لکھنے بیٹھے تو مناسب سمجھا کہ یہی مصرعہ اس تحریر کا عنوان بنایا جائے

شیخ مکرم" کی مجلس کبھی تو خالص علمی ہوتی تھیں کبھی ان میں تصوف و سلوک کی چاشنی بھی شامل ہوتی اور شامل ہی نہ ہوتی بلکہ غالب حصہ اسی کا ہوتا کوئی کس کس مجلس کو یاد کرے اور کیا کیا نوک قلم پر لائے

زوق تا بہ قدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

ہمارے ایک دیرینہ رفیق شیخ غازی احمد صاحب ریٹائرڈ پرنسپل گورنمنٹ کالج بوچھال نے ایک دفعہ حضرت شیخ کی خدمت میں عرض کی کہ غریب خانہ پر تشریف لے چلیں حضرت نے ان کی دعوت قبول کی اور ایک روز ان کے گاؤں " میانی " تشریف لے گئے فقیر ساتھ تھا کیوں کہ حضرت کا یہ معمول تھا کہ تبلیغی سفر میں فقیر کو ساتھ رکھتے تھے اس کی وجہ حضرت خود ہی جانتے ہوں گے

شیخ غازی احمد صاحب بلفظہ مجمع البحرین ہیں یعنی ایم اے گولڈ میڈلسٹ ہونے کے ساتھ درس نظامی کے فارغ التحصیل عالم بھی ہیں چنانچہ ان کے گھر رات جو مجلس جمی تو غازی صاحب نے عرض کی حضرت آیتہ استخلاف کی کچھ وضاحت فرما دیں اور حال یہ تھا کہ قبول غالب بہ تغیر لفظی

پر ہوں میں نکتہ سے ہو راگ سے جیسے باجا
اک ذرا چھیڑیئے پھر دیکھئے کیا ہوتا ہے

حضرت نے فرمایا پوری آیت پڑھیں فقیر نے پوری آیت پڑھی تو حضرت نے فرمایا دیکھئے اس ایک آیت میں کئی وعدے ہیں مثلاً

۱ ۔ استخلاف فی الارض
۲ ۔ تمکین دین اور وہ دین جو اللہ کریم کا پسندیدہ دین ہے
۳ ۔ امن بعد خوف پھر ان حقائق پر غور کیجئے

۱ ۔ اس میں موعود لہم یعنی جن کے ساتھ وعدہ کیا گیا ان کے نام نہیں ہیں
۲ ۔ وعدہ اہل ایمان کے ساتھ ہے لفظ آمنوا
۳ ۔ وعدہ حاضرین کے ساتھ ہے لفظ آمنوا

اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو ابھی پیدا نہیں ہوئے وہ اس وعدہ سے خارج ہیں اور جو ابھی ایمان نہیں لائے وہ بھی اس وعدہ سے خارج ہیں پس گیارہ امام اس وعدہ سے خارج ہیں کیونکہ ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے

۴ ۔ امن بعد خوف کا وعدہ کرتا ہے

کہ حضرت علیؓ کی خلافت بھی اس وعدہ سے خارج ہے کیونکہ امن بعد خوف انہیں حاصل نہیں ہوا اور نور اللہ شوشتری نے احقاق الحق میں کہہ دیا ہے کہ حضرت علی کو خلافت برائے نام ہی ملی تھی یہ بھی پیش نظر رہے کہ یہ آیت انعامی ہے احکامی نہیں اس لئے دوسری آیات جہاں مخاطب حاضرین ہوتے ہیں مگر احکامی ہونے کی وجہ سے غائبین بھی شامل ہوتے ہیں اور غائبین کو حاضرین میں شامل صرف دلائل خارجیہ کی بنا پر کیا جاتا ہے یہاں دلیل خارجی کوئی نہیں مثلاً اجماع امت (دیکھئے شیعہ علم کلام کی کتاب معالم الاصول) اس آیت کے متعلق چار صورتیں ممکن ہیں

۱ ۔ وعدہ میں غائبین بھی شامل ہوں حاضرین کو مختص نہ کیا جائے مگر یہ لغت عرب اور اصول کے خلاف ہے
۲ ۔ خلفائے ثلاثہ کو مومن کامل مان کر خلیفہ برحق مانا

جائے یہ امر حقیقت کے عین مطابق ہے
۳ ۔ اگر انہیں ایسا تسلیم نہ کیا جائے تو اس وقت کے حاضرین میں اس آیت کا مصداق پیش کیا جائے جو ممکن نہیں
۴ ۔ یہ مان لیا جائے کہ اللہ کے وعدے جھوٹے بھی ہو سکتے ہیں

آیت کی اس تشریح پر منکرین قرآن کے اعتراضات اور ان کے جواب

اعتراض نمبر ۱
فعل کی نسبت اللہ نے اپنی طرف کی ہے اور شیعین کو لوگوں نے خلیفہ بنایا

جواب
یہ بتائیے کہ اللہ کریم کا کونسا طریقہ ہے جس سے فعل کا صدور ہوتا ہے۔ مثلاً
اللہ کریم کا ارشاد ہے نحن نرزقکم وایاہم تو یہ فعل کی نسبت اللہ نے اپنی طرف کی ہے مگر وہ رزق دیتا کیسے ہے ؟ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے اور اس آیت میں فعل کے اظہار کی صورت یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں کا میلان اللہ کریم نے اس طرف کر دیا

اعتراض نمبر ۲
آیت میں " ارض " کا لفظ مطلق ہے اور مطلق ہو تو فرد کامل مراد ہوتا ہے پس وعدہ تو پوری زمین پر خلافت کا ہوا

جواب :
پوری زمین کی حکومت تو کسی کو ملی ہی نہیں لہٰذا اس اعتراض کا مطلب یہ ہوا کہ (معاذ اللہ) اللہ کا وعدہ ہی غلط ہے

اعتراض نمبر ۳
امن تو خلفائے ثلاثہ کو بھی نہیں ملا ؟

جواب
اول تو تاریخ ہی اس دعویٰ کی تردید کرتی ہے خلفائے ثلاثہ کو جو امن ملا اس کی نظیر انسانی تاریخ میں نہیں تھی
پھر ضمائر جمع کی ہیں اس لئے ایک تو ہرگز نہیں البتہ ثلاثہ مراد ہو سکتے ہیں آخری بات یہ کہ اگر خلفائے ثلاثہ مصداق نہیں تو آیت کا مصداق تاریخ سے دکھایئے

اعتراض نمبر ۴
حکومت مل جانا خلیفہ برحق ہونے کی دلیل نہیں جیسے فرعون اور نمرود وغیرہ

جواب
کفار کا ذکر بے محل ہے یہاں " آمنو " کی قید موجود ہے اور وعدہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی کا ہے مطلق حکومت کا وعدہ نہیں لہٰذا یہ قیاس مع الفارق کی بدترین قسم ہے

اعتراض نمبر ۵
یہ نص ہے اور اہل سنت خلافت مخصوصہ کے منکر ہیں لہٰذا تم اس آیت سے استدلال نہیں کر سکتے

جواب
۱ ۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اعلان کر دیا ہو کہ میرے نبی کے بعد فلاں شخص خلیفہ ہو گا آیت میں یہ چیز نہیں پائی جاتی
۲ ۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم کو خطاب کر کے فرمایا ہو کہ فلاں شخص کے متعلق اعلان خلافت کر دیں یہ بھی موجود نہیں ؟
۳ ۔ حضور اکرم نے کسی شخص کے متعلق اعلان کیا ہو اور ہم تک تواتر سے پہنچا ہو یہ صورت بھی نہیں ملتی
۴ ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو کہ امت محمدیہ میں سے ہی خلیفہ بنانا ایسی نصوص کثرت سے ملتی ہیں اور اس کے ہم قائل ہیں
۵ ۔ اللہ تعالیٰ خلیفہ کے اوصاف بیان کئے ہوں اور یہ درست ہے اور وہ سب اوصاف مہاجرین میں پائے جاتے ہیں
۶ ۔ نبی کریم نے خلیفہ بنانا امت پر فرض قرار دیا ہو یہ درست ہے اور اس کے ہم قائل ہیں

اعتراض نمبر ۶

بندوں کے سپرد کیوں نہ کیا کہ فلاں کو خلیفہ بنالیں

جواب

اس کا تعلق امور شرعیہ سے نہیں امور تکوینی سے ہے

اعتراض نمبر ۷

خلیفہ کے اوصاف وہی ہوتے ہیں جو جناب کے ہوں اس لئے نبی کریمؐ کے خلیفہ بارہ امام بھی معصوم ہیں

جواب

نبی کے فرائض دوگونہ ہوتے ہیں اہل اللہ سے کام لینا دوم مخلوق تک احکام پہنچانا احکام لینے کے لئے عصمت شرط ہے احکام پہنچانے کے لئے عصمت شرط نہیں اگر ایسا ہوتا تو ہر عالم معصوم ہوتا کیونکہ احکام پہنچانا اس کے فرائض میں داخل ہے اور جب احکام لینے میں عصمت شرط ہے اور آپ کہتے ہیں بارہ امام معصوم ہیں تو کیا ان پر وحی نازل ہوتی ہے اگر ایسا ہے تو آپ ختم نبوت کے منکر ہوئے اور یہ کفر ہے پس ثابت ہوا کہ ابلاغ و اشاعت احکام کے لئے عصمت شرط نہیں اور خلیفہ کے فرائض یہی ہیں پھر فرشتوں کا یہ کہنا کہ

اتجعل فیہا من یفسد بہا صاف ظاہر کرتا ہے کہ خلیفہ کے لئے معصوم ہونا شرط نہیں

اعتراض نمبر ۸

اصحاب ثلاثہ حضور اکرمؐ کے بعد مرتد ہو گئے معاذ اللہ لہذا خلیفہ نہیں بن سکتے

جواب

یا ایہاالذین امنو امن یرتد منکم عن دینہ الخ
(۵ : ۵۴)

ترجمہ : اے ایمان والو جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے سو عنقریب اللہ ایسے لوگوں کو وجود میں لے آئے گا جن میں وہ چاہتا ہو گا اور وہ اسے چاہتے ہوں گے ایمان والوں پر وہ مہربان ہوں گے اور کافروں پر مقابلہ میں سخت ہوں گے اور اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت گر کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا کرے اور اللہ بڑا وسعت والا بڑا رحم والا ہے

اس آیت میں خطاب " آمنو " سے ہے کہ صیغہ ماضی سے ہے یعنی نزول آیت کے وقت جو مسلمان تھے ظاہر ہے کہ ان میں اصحاب ثلاثہ شامل تھے

اب یہ بتایا جائے کہ بقول شما اگر یہ مرتد ہو گئے تو ایسی کونسی قوم لائی گئی جو مرتدوں پر مسلط ہوئی کیونکہ پیشگیوں کا اولین تقاضا یہی ہے

تاریخ شاہد ہے کہ ایسی کوئی قوم نہیں لائی گئی البتہ اصحاب ثلاثہ ہی مرتدوں پر مسلط بھی رہے اگر آپ کی بات کو صحیح فرض کر لیا جائے تو ایک اور الجھن پیدا ہو گی ذرا آپ اسے حل کرنے کی کوشش کریں

فھوھذا

ارشاد باری ہے

ان الذین توفٰہم الملائکۃ ...... (۴ : ۹۷)

ترجمہ : بے شک ان لوگوں کی جان جنھوں نے اپنے اوپر ظلم کر رکھا ہے جب فرشتے قبض کرتے ہیں تو ان سے کہیں گے کہ تم کس حال میں تھے وہ بولیں گے ہم اس ملک میں بے بس تھے فرشتے کہیں گے کیا اللہ کی زمین وسیع نہیں تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے"

اگر اصحاب ثلاثہ مرتد تھے اور وہ مسلط رہے حضرت علی نے ہجرت کیوں نہ کی یہ تو قرآن کی صریح مخالفت ہے کیا حضرت علی واقعی اللہ اور اس کے قرآن کے مخالف تھے ؟

معلوم ہوتا ہے اسی مجبوری کے تحت تقیہ کا عقیدہ ایجاد کر کے شیر خدا کو بزدل ثابت کیا گیا ہے

غازی صاحب یہ تفصیل سن کر انگشت بدنداں رہ گئے کہ قرآن پڑھتے پڑھاتے عمر گزر گئی ہے مگر اب محسوس ہوا کہ علم تو اس کا نام ہے

غازی صاحب نے پوچھا کہ واقعہ ہجرت میں صدیق اکبر کی معیت پر کچھ ارشاد فرماویں ۔ حضرت نے فرمایا وہ آیت پڑھو

الاتنصرو فقد نصرہ اللہ ..... الخ

ترجمہ : اگر تم نے رسول اللہ کی امداد نہیں کی تو کیا اللہ تعالیٰ خود اس کی امداد کر چکا ہے جب اپنے دوست کو فرما رہے تھے کہ غم مت کر محقق بات ہے کہ اللہ

ہم دونوں کے ساتھ ہے پس اللہ تعالیٰ نے اس پر سکنہ نازل فرمائی اور اس کی امداد ایسے لشکر سے فرمائی جسے تم دیکھ نہیں رہے تھے

اس آیت سے اور تاریخ سے ثابت کہ جب کفار نے گھر سے نکالا تو صرف ابوبکر ساتھ تھے فرق اتنا ہے کہ کفار نے تو حضرت اکرم کو نکالا مگر صدیق نے اس مصیبت کو اپنے سر خود لیا

اعتراض

صدیق ساتھ نہیں تھے بعد میں جا ملے حضور نے واپس اس لئے نہ کیا کہ جا کے بتا دیں گے

الجواب

اذاخرجہ ۔ یعنی کس حالت میں نکالا ؟

مفعول کی ضمیر کا مرجع ہے نبی کریم کی ذات اور ثانی اثنین حال ہے یعنی اس حالت میں نکالا کہ صدیق ساتھ تھے

اول کا لفظ حضور کے لئے بولا گیا ہے قرآن نے اول المسلمین کا لقب حضور کو فرمایا اور ثانی کا لقب صدیق کو اور ثانی بھی ایسا کہ غار میں بدر میں خلافت میں قبر میں ترتیب رتبی میں عدد مساوی کی نسبت مساوی سے کی جاتی ہے یہاں یہی ترتیب رہتی ہے

اذھما فی الغار یہ پہلے کا بدل ہے اذیقول لصاحبہ صاحب کی لا اضافت طرف حضور کے یا اس ضمیر کے کہ جس کا مرجع نبی کی ذات ہو تو صاحب اس کا ہم مذہب ہو گا غیر نہیں ہو سکتا اس پر اعتراض کہ یصاحبی السجن کی تردید کرتا ہے

الجواب

یہاں صاحب کی اضافت جن کی طرف ہے نبی کی طرف نہیں اس آیت سے صدیق اکبر کا صحابی ہونا نص صریح ہے صدیق کی صحابیت کا انکار نص صریح کا انکار ہے جو کفر ہے

لاتحزن ان اللہ معنا

اعتراض :۔

خوف کا تعلق استقبال سے ہوتا ہے حزن کا ماضی سے تو ابوبکر نے کوئی منصوبہ بنایا تھا اس کا غم تھا

اعتراض نمبر ۲

یہی جس فعل پر وارد ہو اس کا ارتکاب حرام ہے گویا صدیق حرام کے مرتکب ہوئے

الجواب

اول تو حزن کا لفظ سارے قرآن میں انبیاء وصالحین کے لئے بولا گیا ہے کافر کے لئے نہیں بولا گیا پس صدیق صالحین کے سردار تھے

دوسری بات یہ ہے کہ حزن کا لفظ ہمیشہ اس غم کے لئے بولا جاتا ہے جو دوسروں کے لئے ہو نہ کہ اپنی ذات کے لئے تو منصوبہ ظاہر ہے کہ غم یہ تھا کہ جس ترکیب سے ہم نے ہجرت کی اس کا علم کسی کو نہیں تھا پھر یہ کافر کیسے پہنچ گئے ایک شیعہ عالم علامہ باذل نے اس واقعہ کو یوں بیان کیا ہے

چنیں گفت راوی کہ سالار دین
چو سالم بخفت جہاں آفریں
نہ نزدیک آن قوم پروکر رفت
بسوئے سرائے ابوبکر رفت
پئے ہجرت اونیز آمادہ بود
کہ سابق رسولش طہ دادہ بود
نبی بردرخانہ اش چوں رسید
بگوشش صدائے سفر در کشید
چوبوبکرزاں حال آگاہ شد
زخانہ بردں رفت و ہمراہ شد

پھر آگے جا لکھتا ہے

بدید ند غارے درآن تیرو شب
کہ خواندے عرب غار نورش لقب
گرفتند در جوف آن غار جا
ولے پیش بنہاد بو بکر پا
بہر جا کہ سوراخ یا رفتہ دید
تبارا بد رید وآں رخنہ چید
بدیں گونہ تاشد تمام آن قبا
یکے رخنہ نگذشت ماند از قضا
بران رخنہ گویند آں یار غار
کف پائے خود رانمود استوار

پس ثابت ہوا کہ صدیق کو حضور کی ذات کا غم تھا اپنا غم نہیں تھا یہاں ایک بات اور سمجھ لیجے کہ حضور اکرم جب اپنی خواہش سے گفتگو بھی نہیں کرتے تھے تو ظاہر ہے کہ آپ کے اعمال میں بھی خواہش کو دخل نہیں تھا بلکہ کام اللہ کے حکم سے کرتے تو ظاہر ہے کہ ہجرت کے سفر میں صدیق اکبر کے گھر جا کر انہیں ساتھ لے جانا اللہ کے حکم کے تحت تھا اور اللہ کریم کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم کو یہ بتانا منظور تھا کہ دوران سفر اگر وحی آئے تو آپ کے نائب کو اس کا علم ہو دوسرے لوگ تو اس سے سیکھ لیں گے

نادان یہاں صدیق اکبر اور حضرت علی کے درمیان مقابلہ شروع کر دیتے ہیں حالانکہ ہر ایک کی اپنی شان ہے اپنا مقام ہے اور اپنا کام ہے صدیق کی ذات وہ ہے جس کی قربانی کا ذکر اللہ کریم نے اپنی کتاب میں کیا قریش مکہ بھی صدیق کی اہمیت سے واقف تھے جبھی تو جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قتل کے لئے ایک سو ایک اونٹ انعام مقرر کیا وہاں صدیق کے قتل کا بھی اتنا ہی انعام مقرر کیا پھر حضرت علی تو بچے تھے کسی سے دشمنی نہیں تھی اور قریش من حیث الجماعت صدیق کے دشمن تھے اور ہجرت کا منظر یہ کہ حضرت علی تو حضور کی چارپائی پر ہیں اور حضور اکرم صدیق کی گود میں آرام کر رہے ہیں

ان اللہ معنا جو معیت حضور اکرم سے ہے وہی معیت صدیق کے ساتھ ہے اور یہ معیت ذاتی ہے کسی خاص وصف کی بنا پر نہیں یعنی ابوبکر جب تک ابوبکر ہے اسے اللہ کی وہی معیت حاصل ہے جو محمد الرسول اللہ صلی اللہ کی ذات کو حاصل ہے یہاں معیت کے لئے جمع متکلم کا صیغہ استعمال ہوا ہے حالانکہ حضرت موسیٰ کے قصے میں بھی معیت باری کا ذکر ہوا مگر وہاں صیغہ واحد متکلم استعمال ہوا ہے

قال اصحٰب انا المدر کون قال کلان معی ربی سیھدین

چونکہ حضرت موسیٰ اور اصحاب موسیٰ ایک پایہ کے نہیں تھے اس لئے واحد متکلم کا صیغہ لایا گیا اور یہاں جمع متکلم کیوں ہے اس لئے کہ اللہ کریم خالق ہے اس کی شان تو وراء الورا ہے اور مخلوق میں سب سے اونچی

شان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اور غیر انبیاء میں سب سے اونچی شان صدیق اکبر کی ہے

فانزل اللہ سکینتہ علیہ :۔ علیہ ضمیر کا مرجع ابوبکر ہے راندش کلام یہی ہے کیونکہ غم صدیق کو تھا اور جسے غم تھا سکینہ کی ضرورت بھی اسی کو تھی

اعتراض :۔ اس صورت میں انتشار مابین الضمائر لازم آتا ہے

جواب

قرینہ موجود ہو تو یہ لازم نہیں آتا اور یہاں قرینہ موجود ہے اگر سکینہ حضور پر اتری تو یہ تحصیل حاصل کیونکہ حضور کو پہلے سکون حاصل تھا

وایدہ اس تائید کا تعلق اس واقعہ سے بھی ہے اور بدر سے بھی ہے

ایک اصولی بات یاد رکھئے صحابہ کا زمانہ نزول قرآن کا زمانہ ہے اس لئے صحابہ پر طعن تاریخ سے نہیں قرآن سے پیش کرو۔ مورخین میں سب سے پہلے ابو مخنف ہے جو پرلے درجے کا تقیہ باز اور زہریلا اور رافضی ہے پھر کلبی ' واقدی ' مسعودی تینوں رافضی اور ان بیچاروں کی مجبوری یہ ہے کہ جھوٹ ان کے نزدیک ۱۰/ ۹ حصہ دین ہے۔ اور ان کے امام کے نزدیک دنیا میں سب سے زیادہ محبوب شے تقیہ یعنی جھوٹ ہے اس لئے جہاں مسلمان تاریخ بناتے رہے یہ لوگ مسلمانوں کی تاریخ کو مسخ کرتے رہے دور کیوں جائیں اپنی تاریخ پر نگاہ کیجئے اور تصور کیجئے کہ اپنی تاریخ اگر ایڈیٹر اردو ڈائجسٹ لکھے اور ایڈیٹر مساوات لکھے تو کیا وہ ایک جیسی ہوگی

اس آیت کی شرح ختم ہوئی تو حضرت نے فرمایا سفر ہجرت میں صدیق کی معیت کے علاوہ قران کریم نے ایک اور معیت کا ذکر بھی فرمایا ہے اور وہاں بھی لوگوں نے ٹھوکریں کھائی ہیں اور ٹھوکریں ماری ہیں

ارشاد ہے

محمد رسول اللہ والذین ..... (۴۸ : ۲۹)

ترجمہ :۔ محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے حق میں سخت ہیں اور آپس میں رحمدل اے دیکھنے والے تو انہیں دیکھتا ہے کہ اللہ کے آگے جھکے اور سر بسجود ہیں اور اللہ کا فضل اور اس کی رضا طلب کر رہے ہیں ان کی پیشانیوں پر نشان پڑے ہوئے ہیں کثرت سجود کے ان کے یہی اوصاف توریت میں مرقوم ہیں اور یہی اوصاف انجیل میں بھی ہیں وہ لوگ گویا ایک کھیتی ہیں جس نے پہلے زمین سے اپنی سوئی نکالی پھر اسے مضبوط کیا پھر موٹی ہوئی اور پھر اپنی نال پر سیدھی کھڑی ہو گئی اور لگی کھیتی والوں کو خوش کرنے تاکہ کافروں کا جی جلائے

محمد رسول۔اللہ۔اسم محمد کے ساتھ صرف ایک وصف بیان کیا رسول اللہ کیونکہ رسالت کے بعد کسی اور وصف کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا مخلوق میں سب سے اعلیٰ وصف یہی ہے دراصل وصف بحال متعلقہ مقصود تھا یعنی صحابہ کا وصف بیان کرنا مقصود تھا

اعتراض

معہ میں مراد ہم مذہب لوگ ہیں اور شیخین وغیرہ حضور کے ہم مذہب نہیں تھے

جواب

یہ سورہ صلح حدیبیہ کی مرہم بن کر نازل ہوئی لہٰذا صلح حدیبیہ میں لوگ ساتھ تھے وہی مراد ہیں یہ وہی جماعت ہے جو بیعت رضوان میں تھے جد بن قیس منافق خارج ہے کیونکہ اس نے بیعت نہیں کی تھی

اشدا علی الکفار رحما بینھم : یہ صحابہ کے معاملات بیان کئے

تراہم رکعا سجدا : یہ صحابہ کی عبادت کا بیان ہے اور اسلوب بیان ظاہر کرتا ہے کہ صحابہ کی پوری زندگی اور زندگی کا ہر عمل ہی عبادت ہے اس لئے کوئی دیکھنے والا جب بھی انہیں دیکھے گا اللہ کی اطاعت میں ہی دیکھے گا اس لئے اطاعت کی انتہائی تذلل کی صورتیں رکوع اور سجود بیان کر دیں

اس سے پہلے خلافت کا مسئلہ آرہا ہے اس لئے یہاں پر خلیفہ کے اوصاف بیان ہوئے جس خلیفے کا وصف رحما بینھم کے تحت ہے وہ کسی پر ظلم نہیں کر سکتا لہٰذا باغ فدک وغیرہ سب جعلی افسانے ہیں عبادات کا پہلو ایسا شاندار ہے کہ اللہ کریم نے انکی عبادت کی فضیلت کی سند دیدی انسان کا سرمایہ دو قوتیں ہیں شہوی اور غضبی ان کا اپنی حدود کے اندر رہنا معیار فضیلت ہے اور حد سے تجاوز کرنا پستی کی دلیل ہے یہاں بتایا کہ حضور اکرم کی صحبت اور آپ کی تربیت نے صحابہ میں وہ انقلاب پیدا کیا کہ پہلے وہ لوگ ان دو قوتوں کے غلام تھے اب یہ دونوں قوتیں ان کی غلام بن گئیں کہ انہیں اللہ کی مقرر کردہ حدود میں ہی رکھتے ہیں بال بھر بھی تجاوز نہیں کرنے دیتے

یبتغون فضلا من ربھم ورضوانا

یعنی جو کچھ یہ کرتے ہیں کوئی ذاتی غرض کوئی مادی مفاد کوئی دنیوی لالچ مدنظر نہیں ہوتا بلکہ ان کا مقصود ہر حال میں محض رضائے الٰہی ہوتا ہے

مثلھم فی التورۃ و مثلھم فی الانجیل

حضور کے صحابہ اللہ کا وہ محبوب گروہ ہے کہ کتب سابقہ میں جہاں حضور اکرم کے اوصاف بیان ہوئے وہاں حضور کے صحابہؓ کے بھی یہی اوصاف بیان ہوئے یہاں ایک نکتہ سمجھ لیجے کتب سابقہ پر جو لوگ ایمان لائے اگر وہ اپنے وقت میں صحابہ کی عظمت کے قائل نہ ہوتے جو ان کی کتاب میں درج تھیں تو کیا وہ لوگ مومن شمار ہوتے جواب ظاہر ہے کہ جب وہ کتاب الٰہی کے ایک جزو کے منکر ہوئے تو پوری کتاب ہی کے منکر ہوئے لہٰذا ان کے کافر ہونے میں کوئی شبہ کر سکتا ہے اب اس حقیقت پر غور کیجے کہ صحابہ کی پیدائش سے پہلے ان کی عظمت کو تسلیم نہ کرنے والا جب مسلمان نہیں ہو سکتا تو صحابہ کی پیدائش کے بعد جو ان کے عظمت کا قائل نہ ہو اسے کیا کہیں گے لفظ یا اصطلاح خود تلاش کر لیجے

ازالتہ الخفا میں شاہ صاحب نے ذکر کیا ہے کہ جب بیت المقدس پر حملہ ہوا تو ایک پادری نے کہا تم اپنے رسول کا دوسرا خلیفہ پیش کرو ہمارے پاس اس کے جو اوصاف لکھے ہیں اگر وہی ہوا تو ہم اطاعت قبول کر لیں گے چنانچہ عمر فاروق آئے غلام اونٹ پر سوار تھا اور آپ نے مہار پکڑی ہوئی تھی

پیوند لگے ہوئے تھے پادری ایک تحریر لے کر سامنے آیا فاروق اعظم نے فرمایا کہ اللہ کا اور مومنوں کا سال ہے وہ واپس چلا گیا ساتھیوں نے پوچھا یہ کیا بات تھی آپ نے فرمایا اسلام سے پہلے ہم یہاں آئے تھے اس پادری نے مجھے دیکھا تھا اور کہا تمہارے ہاں ایک نبی پیدا ہو گا تم اس کے دوسرے خلیفہ ہو گے تمہاری فوجیں یہاں آئیں گی اس وقت میرا گرجا بچانا چنانچہ میں نے اسے لکھ دیا اب یہ پادری وہی تحریر لے کر میرے سامنے پیش کر رہا تھا تو میں نے وہ جواب دیا جو تم نے سن لیا تھا یہ ہے

مثلہم فی التورۃ مثلہم فی الانجیل

کزرع : یہ کھیتی اسلام ہے یا صحابہ کرام ثابت ہوا لا تعداد صحابہ کا ذکر ہے

اذا خرج شطئہ یہ مکی زندگی ہے

فازرہ : قریب ہجرت فاستغلظ مدنی زندگی

فاستویٰ ۔ دور صحابہ کیونکہ یعجب الزراع اور لیغیظ بھم الکفار کا تعلق اسی دور سے ہے اس مثال کو سمجھنے کے لئے چند مقدمات ہیں

پہلا مقدمہ

ترقی ہو گی علی اتصال ہو گی درمیان میں کٹے گی نہیں اور اللہ تک پہنچے گی

دوسرا مقدمہ

ترقی کے تمام مدارج عہد نبوی میں پورے نہیں ہوئے لیغیظ بھم الکفار کا نقشہ قیصر و کسریٰ کی شکست نے پیش کیا اور یہ بعد میں ہوا حدیبیہ کے بعد حضور اکرم نے سلاطین کے نام خطوط لکھے رومی اور ایرانی حکومت کا رد عمل مختلف تھا ایرانیوں کی فرعونیت کا یہ عالم تھا کہ باذان کے نام حکم بھیجا کہ اس نبی کو گرفتار کر کے یہاں بھیجو اس نے فیروز دیلمی کو بھیجا ۔ اس نے حضور کے سامنے آکر کہا امرنی ربی ان احملک الیہ کہ میرے مالک نے مجھے حکم دیا کہ آپ کو اس کے پاس پیش کروں حضور اکرم نے فرمایا صبح جواب دیا جائے گا

صبح کو اسے بلا کر فرمایا کہ میرے رب نے مجھے خبر دی ہے کہ تیرا رب قتل ہو گیا ہے فیروز نے جواب سن کر وقت نوٹ کر لیا جو بعد میں صحیح ثابت ہوا

معلوم ہوا کہ ایران و یمن کو کفر سے پاک کرنے والی جماعت صحابہ کی تھی لہٰذا وہی جماعت دینداروں کی تھی اور ان ممالک میں دین پھیلا اور یہ عہد فاروقی میں ہوا گویا حضور اکرم کی پیشگوئی صحابہ کے ہاتھوں عہد فاروقی میں پوری ہوئی اور یہ بھی ثابت ہوا کہ دین عمر ہی دین قیم تھا ۔

تیسرا مقدمہ :

حضور اکرم کے علی الاتصال ۲۴ سال خلافت اصحاب ثلاثہ رہی اگر شیعوں کا دعویٰ خلیفہ بلا فصل تسلیم کیا جائے تو ظاہر ہے کہ ترقی علی الاتصال نہیں ہوئی بلکہ بقول ان کے درمیان میں کفار کی حکومت آگئی اور ترقی انتہا کو بھی نہ پہنچی

اعتراض

صحابہ کے درمیان جنگیں جو ہوتی رہیں رحماء بینھم کہاں رہ گیا ؟

جواب

معترض کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے جو فرمایا وہ ٹھیک نہیں کوئی ایماندار تو یہ اعتراض نہیں کر سکتا جس کا قرآن پر ایمان ہو وہ سمجھ سکتا ہے کہ مورخین نے جو واقعات بیان کئے ہیں وہ قرآن کے احکام کو رد نہیں کر سکتے

اگر جھگڑے ہی رحماء بینھم کی تردید کرتے ہیں تو جھگڑے کس کے درمیان ہوئے اگر حضرت عائشہ اور حضرت معاویہ رحماء بینھم کا مصداق نہیں تو حضرت علی اور وہ جنہیں تم اہل بیت کہتے ہو وہ رحماء بینھم کا مصداق کیسے ہو گئے جب تمام صحابہ اور اہل بیت رحماء بینھم سے خارج ہو تو اس کا مصداق بھی تو لکھیں تاریخ سے

دکھایئے -

حضرت معاویہ کا مطالبہ قصاص عثمانؓ کا تھا رافضی مورخین نے اسکو خلافت کا جھگڑا بنا دیا اور بعد میں آنے والے تمام مورخین مکھی پر مکھی مارتے گئے

سورہ الحجرات بین دلیل ہے کہ صحابہ کے جھگڑے عناد لالچ یا کسی دنیوی غرض کے تحت نہیں تھے اس لئے اس سورہ میں صحابہ کے اخلاق بتائے تاکہ رحما بینہم کی صفت اٹھ نہ جائے مثلاً مومن یا تو نیک ہے یا بد رحما بینہم تب رہیں گے جب نیک صورت قائم رہے ان جاء کم فاسق کی تنبیہہ پر غور کر لیں اگر نیک ہے تو حاضر ہے یا غائب ۔

حاضر ہے تو فرمایا لا یسخر قوم من قوم الخ یہ فتنہ پیدا کرنے والی صفات ہیں غائب ہے تو فرمایا لا یغتب بعضکم بعضاء الخ غیبت سے فتنہ اٹھتا ہے لہذا رحما بینہم کا وصف اٹھ جائے گا

پس رحما کی صفت کے مصداق صحابہ اور اہل بیت ہمیشہ رہے اور اس اعتراض کے ساتھ اس حقیقت پر بھی غور کرو کہ اگر رحما بینہم کا وصف نہ رہے تو اشدا علی الکفار تو لازم آئے گا پس صحابہ کو اگر اشدا علی الکفار مان لیں تو بتاؤ اہل بیت کو کس کھاتے میں ڈالو گے

سوال

حضرت آپنے باغ فدک کی افسانوی حیثیت کا ذکر فرمایا ہے اس واقعہ کی افسانویت کی وضاحت فرما دیجئے

فرمایا اس سلسلے میں دو باتیں قابل غور ہیں اول یہ کہ انبیا کی میراث کا ثبوت دوم فدک کس قسم کے مال سے تعلق رکھتا ہے

اعتراض

انبیا کی میراث تو قرآن سے ثابت ہے

رب ھب لی من لدنک ولیا یرثنی اور ورث سلیمٰن داؤد

جواب

انبیاء کی میراث مالی نہیں ہوتی بلکہ علمی ہوتی ہے اگر اسے مالی میراث تصور کریں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پہلی آیت کے مطابق حضرت زکریا آل یعقوب کے وارث کیسے بنتے ہیں دوسری آیت میں حضرت سلیمان کے ۱۹ بھائی اور تھے قرینہ موجود ہے

علمنا منطق الطیر تو کیا ان سب کو محروم کر کے مالی میراث حضرت سلیمان کو کیسے دیدی گئی لہذا انبیا کی میراث ہمیشہ علمی ہوتی ہے

(۲) مال کی قسمیں ہیں میراث میں ملے ہبہ کے ذریعے حاصل ہو فے بعد غنیمت تو فدک کا تعلق مال فے سے ہے اور مال فے کی تقسیم کا جو طریقہ حضور اکرم نے شروع کیا تھا خلفائے ثلثہ نے وہی اختیار کئے رکھا حضور اکرم کے طریقے سے ہرگز نہ ہٹے

تیسری بات کہ حضرت فاطمہؓ اکیلی فدک کے مطالبہ کے لئے دربار صدیقی میں گئیں کیا کوئی معقول اور صحیح الدماغ آدمی یہ باور کر سکتا ہے کیا یہ حرکت حضرت فاطمہ کے منصب اور آپ کی شان کے مطابق ہے جبکہ وہ چیز جس کا مطالبہ کیا جا رہا ہے اس کی کل کائنات کھجور کے گیارہ درخت ہیں جیسا کہ شیعہ کی کتاب درۃ النجفیہ میں مذکور ہے اگر مطالبہ کرنا ہی تھا تو شریفانہ طریقہ یہ ہے کہ حضرت علی کو اس غرض سے بھیجا جاتا

چوتھی بات یہ ہے کہ حضرت فاطمہ کے مطالبہ کو صحیح فرض کر لیجئے سوال یہ ہے اس کے جواب میں صدیق اکبر نے کیا کہا

(۱) اگر انہوں نے اپنی رائے سے کوئی فیصلہ دیا تو حضرت فاطمہ خاموش ہو گئیں تو یہ رویہ بالکل انکی شان کے مطابق اور مسلمان کا شیوہ ہے اور اگر یہ حدیث صحیح نہیں تو انہوں نے کیوں نہ کہا کہ یہ حدیث غلط ہے اگر انہوں نے کہا اور واقعی نہیں کہا تو آج کے ان بزرجمہروں کو یہ جرات کیونکر ہوئی کہ اس حدیث کو غلط قرار دیں حضرت علی کو جب اس کا علم ہوا تو انہوں نے کیوں نہ کہا کہ یہ حدیث غلط ہے

اعتراض

حدیث میں موجود ہے کہ غضبت فاطمہ علی ابی بکر و لم تکلم حتی ماتت

جواب

پہلی بات یہ ہے کہ یہ الفاظ کس کے ہیں ظاہر ہے کہ زہری کے ہیں اس کو کس نے بتایا کہ فاطمہ ناراض ہو گئیں کیا حضرت فاطمہ کا کوئی قول موجود ہے کہ میں ناراض ہوں ؟

یہ زہری کا قول ہے۔کہ نہ قول رسول ہے،نہ کسی صحابہ، نہ حضرت علیؓ کا،نہ حضرت فاطمہؓ کا۔اور زہری شیعہ ہے جس کا خود شیعہ اعتراف کرتے ہیں تو شیعہ بھلا تقیہ جیسی عبادت کیسے چھوڑ سکتا ہے بالخصوص جب صحابہ کا معاملہ ہو تو تقیہ پوری جوبن پر ہوتا ہے

دوسری بات یہ ہے کہ ولم تکلم میں متکلم فیہ محذوف ہے اور قرینہ موجود ہے کہ حدیث سن کر حضرت فاطمہ سراپا اتباع نبوی بن کر خاموش ہو گئیں اور پھر ساری زندگی فدک کے بارے کوئی بات نہیں چھیڑی بالفرض اگر حضرت فاطمہ طبعی طور پر اور وقتی طور پر ناراض بھی ہوئیں تو یہ بالکل جذباتی اور وقتی بات ہے جب کہ رضیت فاطمہ کے الفاظ شرح کبیر (نہج البلاغہ) درہ النجفیہ اور حق الیقین میں موجود ہیں جبکہ اس کے مقابلے میں علل الشرائع احتجاج طبرسی حق الیقین اور جلا العیون میں لکھا ہے کہ نکاح کے دن سے موت تک حضرت فاطمہ حضرت علی سے راضی نہیں ہوئیں لہٰذا یہ ثابت ہوا کہ یہ سارا واقعہ ایجادیہ قسم کا ایک افسانہ ہے جس میں نادان دوستوں نے حضرت فاطمہ کا امیج اس طرح بنایا ہے جو ہرگز ان کی شان کے شایان نہیں بلکہ ان کی توہین ہے

سوال

حضرت آیہ تمکین فی الارض بھی ذرا وضاحت طلب ہے

فرمایا پڑھو الذین ان مکنا ہم فی الارض اقاموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر وللہ عاقبۃ الامور (۲۲ ۔ ۴۱)

ترجمہ :۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار دیں تو نماز قائم کریں زکوٰۃ دیں اور بھلے کاموں کا حکم دیں اور برے کاموں سے روکیں اور ہر کام کا انجام اللہ کے اختیار میں ہے

(۱) اس سے پہلے مہاجرین کا ذکر چلا آ رہا ہے اس لئے ہم میں ہم ضمیر کا مرجع مہاجرین ہیں

(۲) مہاجرین میں سے جس کو تمکین عطا ہوئی یعنی حکومت ملی اس کے اوصاف یہ ہوں گے

(۳) آیت میں ان شرط ہے فعل شرط مکناھم فی الارض باقی جزا ہے شرط اور جزا میں اتصال ہوتا ہے منطقیوں کے اتصال باللزوم ہے یعنی جہاں شرط ہو گی جزا لازماً مرتب ہو گی

یعنی مہاجرین کو حکومت ملے گی تو وہ لازما امر بالمعروف اور نہیں عن المنکر کریں گے اب اس بات کا مصداق تاریخ سے تلاش کیجے

(۱) خلفائے اربعہ مہاجر تھے

(۲) انکو حکومت دی

لہٰذا اس کی جزا لازماً تسلیم کرنا پڑے گی اس لئے خلفائے راشدین کا کامل الایمان ہونا ثابت ہو گیا

نفس حکومت کے متعلق یہ فرق سمجھ لیجے حکومت سے مراد ہے حکومت بطور امر واقعہ مگر شیعہ ذہنی اور اعتقادی حکومت کے قائل ہیں اور یہ ان کی مجبوری ہے کیونکہ حضرت حسن کے بعد فی الواقعہ ان کے کسی امام کو حکومت نہیں ملی اور یہاں قرآن بالفعل حکومت بتاتا ہے اعتقادی نہیں آیت میں تمکین فی الارض کی قید سے مقید ہے جو بالفعل حکومت کا تقاضا کرتا ہے

آیت تمکین کے ساتھ آیت دعوت اعراب پر بھی غور کر لیا جائے تو خلافت راشدہ کی حقانیت اور بھی نمایاں ہو جاتی ہے اور ارشاد باری ہے قل للمخلفین من الاعراب ستدعون الی قوم اولی باس شدید تقاتلو ہم اویسلمون (۴۸ ۔ ۱۶)

ترجمہ ۔ اے نبی پیچھے رہ جانے والے اعراب سے کہہ دیجے کہ عنقریب تمہیں بلایا جائیگا ایک سخت جنگجو قوم سے لڑنے کے لئے تم ان سے لڑو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے اگر تم نے اس بلانے والے کی اطاعت کی تو اللہ تمہیں اچھا بدلہ دے گا اور اگر پلٹ جاؤ گے جیسے پلٹ گئے تھے تو تمہیں دردناک عذاب دے گا

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اگر حضور اکرم پر نبوت

ختم نہ ہوتی تو اس آیت کا مصداق کوئی نبی ہوتا جو ان اعراب کو بلاتا کیونکہ اسکی اطاعت پر اجر اور عصیاں پر عذاب کی وعید ہے

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ پہلے پلٹ جانے والے اعراب کون تھے پھر انہیں بلایا کس نے

واقعہ یہ ہے کہ علم حدیبیہ میں حضور اکرم نے اعلان فرمایا تھا کہ پگڑی باندھنے والا اس علم میں شامل ہو کچھ بدشامل نہ ہوئے کہ مارے جائیں گے ان اعراب کو کہا جا رہا ہے کہ عنقریب پھر تمہیں ایک داعی بلائے گا تاریخ شاہد ہے کہ یہ داعی شیخین ہی تو تھے

شاہ ولی اللہ نے اس پر بحث کرتے ہوئے فرمایا کہ داعی سے مراد نبی نہیں کیونکہ اگر نبی مراد ہوتا تو الفاظ ہوتے ستدعون مرہ اخری مگر یہاں ستدعون الی قوم اولی باس شدید آیا ہے

اولی باس شدید سے عرب تو مراد نہیں ہو سکتے اگر عرب مراد ہوتے تو ستدعون الی قومھم آتا ہے پس یہاں قوم سے مراد غیر عرب ہیں حدیبیہ کے بعد مکہ ہو ازن خیبر اور تبوک چار جنگیں ہوئیں مکہ پر قبضہ غالبانہ ہوا اس لئے یہاں اولی باس شدید کا اطلاق نہیں حنین کے لئے اذا عجبتکم کثیر تکم کہا گیا ہے اور وہ عرب قوم ہی تھے خیبر میں مخلفین کو شامل ہی نہیں کیا گیا کیونکہ یہ صرف حدیبیہ والوں کے لئے تھی

تبوک میں تقاتلونھم او یسلمون کی نوبت ہی نہیں آئی یہ قضیہ مانع الخلو ہے مانع الجمع نہیں یعنی یا تو تم لڑو گے یا وہ اسلام قبول کر لیں گے اور یہ دونوں باتیں تبوک پر صادق نہیں آتیں

پس اولی باس سے مراد غیر عرب اور جنگجو اقوام ہیں اور وہ ہیں رومی اور ایرانی اور ان سے حضور اکرم کے زمانہ میں کوئی جنگ نہیں ہوئی اب تحقیق کیجئے ان دو اقوام کے ساتھ کس نے جنگ کی حضرت عثمان کے زمانہ میں وہ اعراب ختم ہو چکے تھے حضرت علی نے ان اقوام کے ساتھ کوئی جنگ نہیں کی لہذا اس آیت کا مصداق خلافت شیخین کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا اس آیت سے خلافت راشدہ کا تعین ہو گا اور خلافت شیخین کی پیشگوئی حق تعالیٰ نے فرما دی جو پوری ہو کے رہی

اعتراض

قرآن انہوں نے جمع کیا لہذا اپنے مطلب کی باتیں جمع کیں

جواب

جب اس قرآن پر تمہارا ایمان نہیں تو تمہارا اسلام کا دعوی ہی بے معنی ہے

ایک صاحب : حضرت ! اسرار قرآنی کا سلسلہ جو چل پڑا ہے تو چند ایک اور آیات کے متعلق بھی حضرت کی زبانی کچھ سننے کو جی چاہتا ہے فرمایا کہیئے کونسی آیت آپ کہنا چاہتے ہیں

عرض :ایک تو گیارہویں پارہ کے دوسرے رکوع کی پہلی آیت ہے دوسری آیت مباہلہ ہے اور تیسری آیت تطہیر ہے

فرمایا آیت پڑھو

والسبقون الاولون من المھاجرین والانصار والذین اتبعوہم باحسان رضی اللہ تعالی عنہم ورضوا عنہ الخ (۹ : ۱۰۱)

السابقون کے متعلق مفسرین کی دو رائیں ہیں بعض نے پہلی بیعت مراد لی ہے بعض نے پہلی ہجرت والے مگر عرض یہ ہے کہ اس سے فتح مکہ سے پہلے ہجرت کرنے والے اور ان کی نصرت کرنے والے مراد ہیں قرآن نے انکو ممتاز کر کے بیان فرمایا لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل یعنی فتح مکہ سے پہلے جن صحابہ نے اللہ کی راہ میں مال خرچ کیا اور قتال فی سبیل اللہ کیا ان کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا البتہ اسی آیت سے سارے صحابہ کا جنتی ہونا ثابت ہے اس آیت سے تین نتائج اخذ ہوتے ہیں سابقون الاولون کا جنتی ہونا یقینی ہے

(۲) ان کے علاوہ صرف وہ جنتی ہو گا جو سچے دل سے ان کا اتباع کرے گا

تابع اور متبوع دونوں کے لئے رضی اللہ عنہم فرمایا گیا ہے

(۳) جو صحابہ کے خلاف ہے وہ رضی اللہ عنہم میں داخل نہیں لہٰذا جنتی بھی نہیں

اعتراض

رضا کا تعلق فعل ہجرت اور نصرت سے ہے ذات سے نہیں (از تعلیلیہ ہے لہٰذا صحابہ کی ذات کو داخل کرنا غلط ہے)۔

جواب:

(۱) اللہ راضی ہو گیا خواہ فعل سے خواہ ذات سے لہٰذا وہ جنتی ہو گئے

(۲) رضا کا تعلق ذات سے ہے جیسے زید کاتب تو کتابت کے عنوان سے زید کی تعریف کی گئی ہے اسی طرح ہجرت نصرت اور بیعت کے عنوان سے صحابہ کی تعریف کی گئی ہے یہ افعال رضا کی علت ہیں نہ کہ مطلق رضا

(۳) ہجرت اور نصرت قضیہ دائمہ ہے جو ان کی ذات سے کبھی جدا نہیں ہو سکتا جب علت دائمی ہے تو رضا بھی دائمی ہے

ہاں تو واتبعوہم باحسان سے اول تو یہ ثابت ہوا کہ صحابہ کی اطاعت کے بغیر جنت کا حصول ممکن نہیں دوم یہ کہ اس تقلید کا مسئلہ بھی ثابت ہو گیا

آیت مباہلہ: یہ واقعہ ۹ ھ کا ہے نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد مدینہ طیبہ آیا جو صرف چند مردوں پر مشتمل تھا اور کئی سو میل دور سے آیا تھا بات اسلام اور عیسائیت کی ہوئی اور قوم عیسائی اور قوم مسلمان کی طرف سے خطاب کیا جا رہا ہے حضور اکرم نے مباہلہ کی دعوت دی انہوں نے کہا ہمیں مہلت دیجئے سوچ کے جواب دیں گے چنانچہ وہ اٹھ کے چلے گئے اپنے اکابر سے مشورہ کیا واپس آئے اور مباہلے سے انکار کر دیا اصل واقعہ صرف اتنا ہے مگر یار لوگوں نے اس میں ایسے ایسے رنگ بھرے ہیں کہ خدا کی پناہ مثلاً

(۱) حضور اکرمؐ گھر گئے اور حضرت فاطمہؓ، حسنین اور حضرت علیؓ کو لے کر باہر آئے اور فرمایا تم بھی لاؤ اس سے ثابت ہوا کہ حضور کی صرف ایک بیٹی تھی اور ہوتیں تو انہیں بھی لاتے

الجواب

اصلی بات تو یہ ہے کہ یہ حرکت حضور اکرم کی ذات سے منسوب کرنا خلاف عقل اور خلاف شرافت ہے آپ سوچیں کہ کراچی سے کچھ مرد آپ کے پاس آئیں اور مباہلہ کی صورت پیدا ہو جائے اور آپ دوڑ کے اندر سے اپنی خواتین لے آئیں اور ان سے کہیں کہ تم بھی پیش کرو جبکہ آپ کو معلوم ہے کہ ان کی خواتین تو کراچی میں ہیں تو کیا اس سے زیادہ چھچھورا پن کوئی اور بھی ہو سکتا ہے آپ ایسی حرکت کا اپنی ذات سے نسبت کرنا گوارا نہیں کریں گے تو کتنے دلیر ہیں وہ لوگ جنہوں نے ایسی حرکت حضور اکرم کی ذات سے منسوب کر دی ہے

دوسری بات اگر نجران کے وفد کے ساتھ مستورات ہوتیں اور حضور اکرم حضرت فاطمہ کو لاتے تو کیوں جب ۴ ھ تک حضور اکرم کی باقی تینوں بیٹیاں فوت ہو چکی تھیں تو کیا وہ انہیں قبر سے اٹھا کے لاتے غرض یہ دونوں باتیں خلاف عقل بھی ہیں اور خلاف تہذیب بھی ہیں

(۲) انفسنا سے مراد حضرت علی ہیں لہٰذا خلافت بلا فصل ثابت ہوئی

الجواب

نفس رسولؐ کی موجودگی میں دوسرا شخص خلیفہ؟ یہ کیسے ممکن ہے پھر علی اگر نفس رسول ہیں تو حضرت فاطمہ سے نکاح کیسے جائز ہوا

(۳) اعتراض: اضافت شے طرف نفس باطل ہے پس انفس سے مراد اور لینا اور فا سے مراد لینا باطل ہے

الجواب: الفاظ میں تغیر آجائے تو اس کی اضافت اس کی طرف جائز ہے و یحذرکم اللہ نفسہ

انفسنا میں تغائر لفظی موجود ہے اضافت معرفہ کی نکرہ کی طرف ہو رہی ہے

پھر یہ ہے کہ بعض ان روایات کی تکذیب کرتی ہے روایت کی سند لائیے آپ ان روایات کی سند کی پڑتال کریں تو اسناد میں رافضی نکلیں گے

آیت تطہیر تفسیر قرآن کے لئے بنیادی طور پر
تین امور کی ضرورت ہوتی ہے

(۱) سیاق وسباق (۲) حقیقی معنی (۳) صحابہ سے صحیح نقل

(۱) جہاں تک سیاق وسباق کا تعلق ہے اہل بیت سے مراد بیویاں ہیں جب ہدایات دی جا رہی ہیں ازواج مطہرات کو تو انعام غیروں کو کیوں ؟

(۲) اذہاب چاہتا ہے وجود کو یعنی کسی چیز کے جانے کا سوال تب پیدا ہوتا ہے جب اس کا وجود ہو پس اذھاب رجس سے پہلے گویار رجس موجود تھا لہٰذا یہاں سے اہل بیت کا معصوم ہونا نہیں بلکہ رجس کا وجود ثابت ہوتا ہے اور رجس سے مراد اخلاقی رجس ہے

یرید - مضارع کا صیغہ ہے جس سے مراد یہ ہے کہ عمل مستقبل میں ہو گا پس وہ آیت لائے جس میں الفاظ یہ ہوں کہ تطہیر کا عمل کر دیا ہے اس کے جواب میں یار لوگ تفسیر مظہری کے حوالہ سے پیش کرتے ہیں کہ عیسٰے کو اللہ تعالٰی نے شیطان کے مس سے محفوظ رکھا وہاں دعا نقل کی وہاں قاضی ثنا اللہ صاحب نے اپنی رائے پیش کی کہ امید ہے کہ اللہ تعالٰی نے حسنین کو بھی مس شیطان سے محفوظ رکھا ہو گا ۔

الجواب - یہ قول قاضی صاحب کا ہے روایت نہیں اس قول سے بھی زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ پیدائش کے وقت مس شیطان سے محفوظ رکھا بعد کی عصمت تو صرف انبیا کا خاصہ ہے

(۲) حقیقی معنی اہل بیت سے مراد مرد ہو ہی نہیں سکتے صرف عورت ہوتی ہے مرد مجاز ہوتے ہیں جو اس گھر میں آجا سکتے ہیں اس اصول کے تحت حضرت عثمانؓ حضرت عمرؓ اور حضرت صدیقؓ بھی اہل بیت مجازی میں شامل ہیں قرآن شاہد ہے

اول : اتعجبین من امراللہ رحمت اللہ وبرکتہ علیکم اہل البیت (۷۳:۱۱)

یہاں خطاب صرف حضرت ابراہیم کی زوجہ کو ہوا

دوم - اخت موسیٰ نے کہا ہل ادلکم علی اہل بیت اس سے پہلے وحرمن علیہ المراضع یہاں مراد حضرت موسیٰ کی ماں ہے

سوم - واذ غدوت من اہلک احد کی لڑائی کے وقت حضور اکرم حضرت عائشہ کے حجرے سے نکلے یہاں اہل سے مراد زوجہ نبی ہے

چہارم حضرت موسی کے متعلق اذقال لا ہلہ امکثوا یہاں سوائے بیوی کے اور کوئی نہیں تھا

(۳) صحیح نقل تمام مفسرین نے اہل بیت سے مراد ازواج مطہرات ہی لی ہے حتی کہ شیعوں کی کتاب درہ النجفیہ میں اعتراف کیا ہے اور لکھا ہے کہ اگر ہٹ دھری نہ کی جائے تو یہاں مراد تو بیویاں ہیں حضرت حسن حسین علی و فاطمہ کو ادعائی اہل بیت کہتے ہیں حقیقی نہیں کیونکہ اگر یہ حقیقی اہل بیت ہوتے تو دعا مانگنے کی ضرورت کیا تھی

رہا ان کی عصمت کا سوال تو کہتے ہیں کہ حضور اکرم نے کملی اوڑھائی اس لئے معصوم ہو گئے حیرت ہے کہ ۵ منٹ کے لئے ایک چادر کے مس نے ان حضرات کو معصوم بنا دیا مگر حضرت حفصہ اور عائشہ کو عمر بھر رسول کریم کا بدن بستر اور کمبل معصوم نہ بنا سکا جو بات کہی خدا کی قسم لا جواب کہی

توجہ فرمائیے

ہمارا اگلا شمارہ - اپریل میں شائع ہو گا - مارچ
مئی شمارے کا انتظار مت کیجئے

مختار احمد اعوان

ایمان افروز

علمائے اخلاق کا کہنا ہے کہ کمال وہ ہے جو متعدی بہ غیر ہو سورج کا کمال یہ نہیں کہ وہ روشن ہے بلکہ اس کا کمال یہ ہے کہ وہ روشنی پھیلاتا اور منور کرتا ہے اسی طرح اہل کمال جہاں ہوتے ہیں اور جس حال میں ہوتے ہیں فیض پاشی کرتے ہی رہتے ہیں

حضرت شیخ المکرمؒ کی محفلوں میں ہر قسم کے موضوع زیر بحث آیا کرتے تھے اور ہر موضوع پر حضرتؒ کے ارشادات علمی عملی اصلاحی اور تربیتی عنصر لئے ہوئے ہوتے ہیں حضرت کی کچھ محفلوں کا ماحصل پیش خدمت ہے

۱ - اجتماع دارالعرفان ۱۹۷۲ میں ایک موقع پر جسم مثالی کا ذکر آگیا تو فرمایا لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے یہ جسم مثالی نہیں ہوتا

صورت مثالی ہوتی ہے عقل سے کام لو دیکھو اللہ کریم نے فرمایا گویا قانون الٰہی یہ ہوا کہ سزا کا سوال اس وقت پیدا ہوتا ہے جب رسول بھیج کر حقوق و فرائض سے آگاہ کر کے ایک ذمہ داری سونپی جائے تو کیا جسم مثالی کی طرف کوئی مثالی رسول بھیجا گیا پھر یہ سوچو کہ جسم مثالی کا مادہ کونسا ہے نوری ہے ناری ہے خاکی ہے کیا ہے؟ جسم مثالی کیا مکلف ہے؟ اگر نہیں تو جزا اور سزا کونسا انصاف ہے

۲ - کہتے ہیں بیت المقدس میں انبیاء کے اجسام مثالی حاضر ہوئے تھے شیخ الازہری میں ہے کہ حضور اکرمؐ کے استقبال کے لئے انبیاء کو حاضر کیا گیا الفاظ ہیں بعث اللہ ادم ومن دونہ من للانبیاء یہ معاملہ خرق عادت کا ہے

۳ - حدیث کا یہ مضمون کہ جب درود پڑھا جائے تو روح کو لوٹایا جاتا ہے یہ بار بار لوٹانا سمجھ میں نہیں آتا

فرمایا - زرقانی میں اس پر خوب بحث کی گئی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

۱ - اعادہ روح کے لئے حیات لازم ہے

۲ - یہاں ذکر ملزوم کا ہے مراد لازم ہے

۳ - حیات کا کلام لازم ہے

۴ - ذکر اعادہ روح کا کیا گیا ہے مراد حیات ہے

۴ - مذہب حق کا ذکر چھڑا تو فرمایا

۱ - مذہب تعامل امت کا نام ہے چند روایتوں کا نام مذہب نہیں

۲ - تعامل امت کیا ہے تعامل صحابہ تعامل تابعین تعامل تبع تابعین یہ خیر القرون ہے یہی سواد اعظم ہے

۳ - میدان قیامت میں جہاں اعمال کے متعلق سوال ہوگا وہاں اس کے متعلق بھی سوال ہوگا کہ کیا تم نے سواداعظم کا ساتھ دیا

۴ - جو تعامل صحابہ سے ہٹ گئے وہ سواد اعظم سے کٹ گئے اور وہ اسلام سے خارج ہوگئے

(۴) لوگ کہتے ہیں کہ صحابہ معیار حق ہیں؟

اگر پہنچانے والے جو چشم دید گواہ ہیں وہ معیار حق نہیں تو قرآن کیونکر معیار حق ہوگا صحابہ کی تنقیص سے قرآن پر ایمان رہ ہی نہیں سکتا

دنیا میں اسلام سے کٹ کر جتنے فرقے ایجاد ہوئے ہیں ان میں قدر مشترک یہ ہے کہ ان سب نے پہلے مرحلہ پر صحابہ کو تنقیص کا ہدف بنایا صحابہ کی جماعت دراصل اسلام کے قلعے کی فصیل ہے اس فصیل کو توڑے بغیر اسلام کے انہدام کی مہم سر ہو ہی نہیں سکتی

۵ - طریقت کی حقیقت کی بحث چھڑی تو فرمایا

طریقت بجز خدمت خلق نیست

بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

اور خدمت خلق کی حقیقت کیا ہے کہ مخلوق کو راہ راست پر لاکر اللہ کے دروازے پر پہنچانا ایک آدمی کو راہ راست پر لانا لاکھوں خرچ کر دینے سے بہتر ہے

۶ - ایک شخص نے وظائف کے متعلق پوچھا تو فرمایا

۱ - مصائب کے وقت انبیاء کرام نے جو دعائیں مانگیں وہ قرآن کریم میں موجود ہیں مصائب آنے پر وہی دعائیں مانگا کرو

۲ - قرآن کریم کی تلاوت کیا کرو یہ عذاب قبر سے بچاتی ہے

۳ - کثرت درود و شریف

۴ - لاالہ الا اللہ ورد زبان رکھو

۵ - روزانہ ایک سو مرتبہ استغفار ضرور پڑھا کرو

۶ - ذکر اسم ذات پابندی سے کیا کرو

۷ - ایک خاص قسم کے توحیدی حضرات کا ذکر آیا تو فرمایا بھئی کیا پوچھتے ہو جس طرح حب اہل بیت یہ ہے کہ صحابہ کو کافر کہو تو حب اہل بیت کا تقاضا پورا ہوگیا اسی طرح اولیاء اللہ اور علمائے ربانی کو کافر کہو تو پکے توحیدی بن گئے

۸ - اجتماع دارالعرفان ۸۳ میں ایک مجلس میں فرمایا

۱ - عذاب قبض روح کے وقت ہی شروع ہوجاتا ہے

فکیف اذا توفتھم الملائکۃ یضربون وجوھھم و ادبارھم

جسم تو دنیا میں ہے مگر عذاب برزخ میں شروع ہے اور نظر نہیں آتا

۲ - موت کے بعد روح بدن کی شکل اختیار کر لیتا ہے یہی صورت مثالی ہوتی ہے جسے لوگ جسم مثالی کہہ دیتے ہیں

۳ - برزخ میں روح نظر آتا ہے بدن نظر نہیں آتا

۹ - زکوات کے متعلق بات چھڑی تو فرمایا

۱ - صدیق اکبر نے جو فرمایا تھا کہ جو شخص نماز اور زکوات میں تفریق کرے گا میں اس کے خلاف جنگ کروں گا آپ نے یہ بات اس آیت سے لی تھی

فان تابوا فاقاموا الصلوت و اتوالزکوات فاخوانکم فی الدین

یعنی اگر وہ لوگ توبہ کرلیں نماز ادا کریں زکوات دیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں

پس معلوم ہوا ہے کہ زکوات کا منکر کافر ہے تو کافر کے ساتھ اخوت کیسی

علم کلام کا اصول ہے کہ انتفائے جزو انتفائے کل کو مستلزم ہے یعنی اسلام کے کسی ایک رکن کا انکار پورے اسلام کا انکار ہے لہذا زکوات کا منکر کافر ہے

☆ - فرمایا معاملات کا خاص خیال رکھا کرو معاملات درست نہ ہوں تو یہ عبادتیں اور مراقبے دھرے کے دھرے رہ جائیں گے

۸۱/۳/۱۷ کو سیالکوٹ میں فرمایا

(ا) دنیا کی خاطر اگر کوئی کسی شیخ سے بیعت کرتا ہے تو اسے دنیا اور آخرت دونوں کا کوئی فائدہ نہیں یہ بات حدیث جبرائیل کے ان الفاظ سے مستنبط ہوتی ہے کہ بیعت بھی ہجرت ہے یعنی بے دینی سے دینداری کی طرف گناہوں سے اطاعت کی طرف

۲ - ہجرت کی قسمیں ہیں مثلاً دارالکفر سے دارالاسلام کی طرف جیسے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت ہوئی دوسری دارالفتن سے دارالامن کی طرف جیسے مکہ سے حبشہ کی طرف

تیسری غفلت سے معرفت کی طرف یعنی دنیا و مافیہا کی محبت چھوڑ کر اللہ کی محبت کی طرف ہجرت

تو شیخ کامل سے بیعت بھی دراصل ایک ہجرت ہوتی ہے لہذا اس میں نیت کا اعتبار ہے مگر لوگوں نے تو اسے ایک کاروبار سمجھ رکھا ہے

حدیث جبرئیل کی تشریح کرتے ہوئی احسان کی حقیقت بیان فرمائی کہ اس کے تین مرتبے ہیں

۱ - ان تعبد اللہ : اس سے عبادت لازم آئی

۲ - کانک تراہ : مشاہدہ میں غرق جس کا طریقہ یہ ہے کہ کعبہ کی طرف متوجہ ہوئے طواف کرکے تجلیات باری میں غرق ہو

۳ - فانہ یراک - یہ مراقبہ کی حالت ہے

(۱۲) حضرت عثمان کا ذکر آیا تو فرمایا

۱ - بیعت رضوان کے متعلق صحابہ کا بیان کہ بایعنا علی ید رسول اللہ حتیٰ نموت لانفر یعنی حضور اکرم نے اپنی ۱۹ برس کی کمائی سے حضرت عثمان کا بدلہ لینے کے لئے موت کی بیعت لی

اسی واقعہ سے غیبی بیعت بھی ثابت ہوتی ہے کہ حضور اکرم نے حضرت عثمان کی غیر حاضری میں اپنے ایک ہاتھ کو حضرت عثمان کا ہاتھ قرار دے کر بیعت لی تھی

فرمایا صحابہ کے عقائد نہایت سادہ تھے ساری پیچیدگیاں یونانی فلسفہ کے آنے سے پیدا ہوتی ہیں

مذہب تعامل صحابہ کا نام ہے

پہلی صدی ہجری میں کسی فرقے کا کوئی وجود نہیں ملتا اسلام میں کوئی فرقہ نہیں عبداللہ بن سبا یہودی کی تحریک بنیادی طور پر خالص سیاسی تحریک تھی عبدالقاہر بغدادی نے اس سلسلے میں پہلی کتاب الفرق بین الفرق لکھی چھٹی صدی میں نوبختی نے فرق الشیعہ لکھی

☆ - قرآن کی حقیقی تفسیر عمل صحابہ ہے اس کے بعد قرآن کی عملی تفسیر کو مدون کرنے میں آئمہ اربعہ کا درجہ ہے پھر امام طحاوی کا قول شرح معانی الآثار پھر فقہائے عراق کی علمی کاوشین

☆ - کشف مثبت احکام نہیں مظہر حقائق ہے ایک ساتھی کے آباؤ اجداد سب کنبہ مرزائی تھے اس نے ہمارے ہاں آکر ذکر شروع کیا جلد ہی انکشاف شروع ہوگیا میں نے پوچھا مرزا کی قبر دیکھی ہوئی ہے کہنے لگا دیکھی ہوئی ہے میں نے کہا کہ اب چلو اس قبر کے اندر جھانک کے دیکھو دھاڑیں مار کر رونے لگا پوچھا کیا بات ہے کہنے لگا قبر میں ایک ریچھ ہے سارا کنبہ مسلمان ہوگیا

۲۳ شعبان ۱۴۰۱ھ

قرب الٰہی دو چیزوں سے حاصل ہوتا ہے قرب فرائض ، قرب نوافل ، قرب فرائض کے بغیر قرب نوافل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا قرآن نے تین طبقے بیان کئے ہیں کفار جو قرب الٰہی سے محروم ہیں قرب فرائض والے اور قرب نوافل والے

فرائض کی ادائگی میں محنت کے اتباع اور خلوص قلبی لازمی ہیں یہ دونوں چیزیں قرب کا ذریعہ ہیں

قرب نوافل والوں کے متعلق چار مرتبے ولا عبدی قریب محبوب خرق عادات اور مستجاب الدعوات بنا دوں گا"

شاہ ولی اللہ نے دعا کے متعلق عجیب نکتہ بیان فرمایا ہے کہ قرآن کریم میں انبیاء کی دعاؤں کا ذخیرہ موجود ہے انسان جب مانگیں تو وہی دعائیں مانگیں

یقیناً قبول ہوں گی امام غزالی نے لکھا ہے کہ کلمہ تین قسم کا ہے

۱ - کفر کی سرحد عبور کرکے اسلام میں داخل ہوتا ہے

۲ - خواص کے لئے یہی کلمہ لاالہ الا اللہ

۳ - اخص الخواص کے لئے لاالہ الا انت اور یہی اسم عظیم ہے قرآن کریم نے حضرت یونس کی یہ دعا بیان کرکے اللہ تعالیٰ کا یہ اعلان بیان فرمایا کہ فاستجبنا لہ گویا یہ الفاظ قبولیت کی ضمانت ہے

مجھے بے شمار خطوط روزانہ آتے ہیں ان سب میں قدر مشترک یہ ہوتی ہے کہ ہر شخص پریشانی کا اظہار کرتا اور اس کا علاج چاہتا ہے اس کا واحد علاج یہ ہے کہ ولا حول ولا قوت الا باللہ

العلی العظیم اور لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من
الظٰلمین کثرت سے پڑھو
شارعین حدیث نے نکتہ بیان کیا ہے کہ
مختلف اوراد کا ثواب بیان ہوا ہے مگر لاحول الخ کا
ثواب بیان نہیں ہوا وجہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے
خزانوں سے ایک خزانہ ہے اور خزانہ مخفی رکھا گیا
ہے اس کی پانچ تسبیح روزانہ رزق کی فراخی کے
لئے اکسیر ہے
نفل نخی: پہلی رکعت میں والشمس دوسری میں
واللیل تیسری میں والضحیٰ چوتھی میں الم نشرح رزق
کی تنگی نہ رہے گی
آخر میں ایک بات سن لیں مجھے ایک عالم
نے خط لکھا ہے کہ سابقہ اولیاء اللہ کے متعلق
مشہور ہے کہ ان کے مصلی کے نیچے سے مال ملا
کرتا تھا آپ مجھے کوئی ایسا وظیفہ بتا دیں کہ میرے
مصلے کے نیچے سے پیسے ملا کریں
میں نے لکھا کہ عالم ہو کر اتنا طمع ؟ تعجب کی
بات ہے کہ متعارف ایک حقیقت ہے دوسری
بات یہ ہے کہ کسی ولی اللہ کی دعا سے انسان کی
ضرورت پوری ہوجائے یہ ہے خرق عادت تیسری یہ
کہ تھوڑا سا ذخیرہ ہوا ہل اللہ دعا کرے اس میں
برکت ہو جیسے تبوک کا واقعہ چوتھی بات یہ جو آپ
نے پوچھی ہے یہ جن کرتے ہیں اور یہ خالص حرام
ہے میں نے آج تک دنیا کے حصول کے لئے وظیفہ
پڑھا ہی نہیں

۷ جولائی ۱۹۷۷ء

قرآن کریم نے حضرت ابراہیم اور ان کی
ذریت کو ظرف بیان کیا ہے اور نبوت کتاب کو
مصروف۔ ایک مجلس میں میں نے اسی آیت سے ثابت
کیا تھا کہ مرزا نبی نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ ذریت
ابراہیم میں سے نہیں ہے
اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نبوت اور
وحی انسانوں کے ساتھ مختص ہے جنوں یا فرشتوں یا
کسی اور مخلوق کا یہ حصہ نہیں جنوں کے لئے نبوت
اور ولایت نہیں فرشتوں کے لئے ترقی نہیں یہ صرف
انسان ہے جو قرب الٰہی میں ترقی کرتا رہتا ہے ان
آیات میں بنی اسرائیل کے آخری نبی حضرت عیسیٰ کا
ذکر ہے پھر ان کی امت کے حالات بیان ہوئے ہیں
حضرت عیسیٰ کی امت کے دو وصف بیان فرمائے
رأفت اور رحمت اور رأفت کا لفظ دفع ضرر کے
لئے ہوتا ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جلب منفعت سے
دفع ضرر مقدم ہوتا ہے
صحابہ کرام کے متعلق ارشاد ہے
اشداء علی الکفار رحماء بینہم

اوصاف دو قسم کے ہوتے ہیں ایک اوصاف
بحالہ اور ایک اوصاف بحال متعلقہ، طرفہ ایک شاعر
ہوا ہے لکھتا ہے کہ کسی انسان کے حالات معلوم
کرنا ہوں تو اس کے ساتھیوں کو دیکھ لو حضور کے
صحابہ کے اوصاف امت عیسوی کے اوصاف سے
مختلف ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ امت عیسوی میں
جہاد فرض نہیں تھا اور امت محمدیہ میں جہاد فرض
ہے اور جہاد کے لئے یہ دونوں وصف ضروری ہیں
حضرت عیسے کے رفع سماوی کے بعد ۹۰ سال
تک دین صحیح حالت میں رہا اس کے بعد اس میں
طرح طرح کی آمیزشیں شروع ہوئیں کہ مسخ ہو کے
رہ گیا جب بگاڑ شروع ہوا تو اس کی اصلاح کرنے
کے لئے علماء نے کوششیں کیں مگر جب فساد غالب
آگیا تو کمزور لوگوں نے اپنا ایمان بچانے کے لئے
تنہائی اختیار کی یہی رہبانیت تھی مگر رفتہ رفتہ وہ
ایسے پست ہوگئے کہ رہبانیت جو انہوں نے خود
تجویز کی تھی اس کے تقاضے بھی پوری نہ کر سکے
امت محمدیہ میں رہبانیت نہیں ہاں انسان اپنی
اصلاح کے لئے لذت پرستی پر قدغن لگا سکتا ہے اگر
اللہ اور رسول کے حلال کو اپنے لئے حرام قرار
دے لینا اعتقاداً یا عملاً اصلاح نہیں حرام ہے اسی
طرح خلاف سنت رسول یا خلاف تعامل امت، اپنے

اوپر کوئی ایسی پابندی لگانا جو حرام ہو یہ بھی خلاف شریعت اور حرام ہے

ہمارا مسلک اہل سنت و الجماعت ہے اس کی خصوصیت یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی میراث ظاہری اور باطنی دونوں کو سنبھال رکھا ہے تعلیمات نبوی کے امین بھی ہم ہیں اور برکات صحبت نبوی کے حاملین بھی یہی اہل سنت و الجماعت ہیں یہاں تزکیہ نفس بھی ہے جسے تصوف و سلوک کہتے ہیں علماء بھی اسی میں ہیں اولیاء بھی اسی میں ہیں

۸ جولائی ۱۹۷۷ء

قرآن نے اوصاف بحالہ چھوڑ دیئے ہیں بحال متعلقہ بیان کردیئے صحابہ کا کمال یہ بیان کیا کہ قوت غضبیہ اور قوت شہویہ دونوں ان کے تابع ہیں یہ ان دو قوتوں کے تابع نہیں یہ کمال حضور اکرم کی تربیت کا تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تعلیم ایک ہے مگر زندگی کے ہر شعبے میں ایسے اہل کمال پیدا ہوئے جن کی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی

ان ربکم اللہ الذی خلق السموات .. الخ

۱ - حضرت امام احمد بن حنبل نے خلق قرآن کے مسئلہ پر کتنے مصائب برداشت کئے معتزلہ نے کہا کہ قرآن مخلوق ہے

امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے خواب میں فرمایا امام احمد کو میرا سلام کہنا اور بتانا کہ تم پر سخت امتحان آرہا ہے ثابت قدم رہنا اللہ تعالیٰ تمہارے مراتب بلند کرے گا آپ نے اپنے شاگرد ربیع کو یہ پیغام دیکر امام احمد کے پاس بھیجا امام سن کر رونے لگے کہ میں بھی بھلا امتحان کے قابل ہوں پھر اپنا کرتہ اسے انعام کے طور پر دے دیا اس کے سترہ ماہ بعد یہ واقعہ پیش آیا

اللہ کی صفات ذاتی - وجود ' حیات ' کلام ' علم ' سمع بصر قدرت ارادہ ان کا وجود ہے ضد نہیں ہمارے ہاں دونوں چیزیں ہیں حیات ہے موت بھی ہے علم بھی جہل بھی ہے علی ہذ القیاس

یہاں بات صفت کلام کی ہے اور کلام صفت ذاتی ہے لا عینہ ولا غیرہ

ماموں رشید کا وزیر تھا احمد بن داؤد اس نے یہ مسئلہ چھیڑا ماموں کو مشورہ دیا کہ علماء سے تحریر لی جائے کہ قرآن مخلوق ہے حکومت کے جبر سے تمام علماء نے اقرار کر لیا حضرت امام احمد بن حنبل اور محمد بن نوح نے انکار کردیا گورنر نے بیڑیاں لگا کر اونٹ پر سوار کر کے ماموں کے پاس بھیج دیا راستے میں امام نے دعا کی اللہ اگر یہ کلام غیر مخلوق ہے تو ماموں الرشید کا منہ مجھے نہ دکھانا راستے میں ایک آدمی اور ابو الہیثم نام تھا اس نے کہا کہ میری دوستی شیطان سے ہے ۲۴ سال سے ہر مصیبت سہ رہا ہوں مگر اس سے دوستی نہیں چھوڑی تو نے رب العلمین سے دوستی لگائی ہے پھسل نہ جانا راستے میں اطلاع ملی کہ ماموں مرگیا ۲۲۷ھ میں طرطوس سے واپس کردیا ۱۸ ماہ بغداد جیل میں رہے محمد بن نوح راستے میں فوت ہوگئے معتصم نے احمد بن داؤد سے امام کا مناظرہ کرایا اس نے سوال کیا قرآن کے متعلق کیا خیال ہے مخلوق ہے یا غیر مخلوق آپ نے سوال کیا ماتقول فی علم اللہ اس نے پھر کہا کان اللہ ولم یکن القرآن یعنی اللہ موجود تھا قرآن موجود نہیں تھا آپ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ موجود ہے ولا علم اللہ

اس نے پھر سوال کیا کہ قرآن شے ہے یا غیر شے ہے آپ نے فرمایا قرآن شے ہے کہنے لگا اللہ خلق کل شئی تو قرآن مخلوق ہوا جب کل شئی کا خالق ہے آپ نے فرمایا بلقیس کے متعلق قرآن کہتا اوتیت من کل شئی کیا اس کو مرد کی قوت بھی دی گئی تدمر کل شئی فاصبحو الایری الا مساکنہم

فرمایا انما قولنا لشئی اذا اردناہ ان نقول لہ کن فیکون

یہاں شے سے کیا مراد ہے "کن" مخلوق نہیں اس سے مخلوق کو پیدا کیا گیا کن کا تعلق وجود سے ہے جس کا وجود ہی نہیں اسے "کن" کہنے کا کیا مطلب ؟

وجود دو قسم کا ہوتا ہے ایک وجود علمی ایک وجود حسی اللہ تعالیٰ نے جتنی چیزیں پیدا کرتی ہیں ان کا وجود اللہ تعالیٰ کے علم میں حاضر ہے ہر موجد اور صاحب فن جو چیز بنانا چاہتا ہے اس کا وجود علمی اس کے ذہن میں ہوتا ہے کن کے لفظ کا تعلق وجود علمی سے ہوتا ہے آخر امام صاحب نے یہ آیت پڑھی ان ربکم الذی ... الخ الا لہ الخلق والامر یعنی امر اور چیز ہے مخلوق اور چیز ہے پھر واثق باللہ آگیا اس نے بھی مناظرہ کیا ابو عبدالرحمان اور احمد بن داؤد کے درمیان انہوں نے احمد بن ابو داؤد سے پوچھا تو لوگوں کو کس چیز کی دعوت دیتا ہے اس نے کہا کہ خلق قرآن کی طرف انہوں نے فرمایا کیا محمد رسول اللہ کو اس کا علم تھا یا نہیں ؟ کہنے لگا علم تھا فرمایا کیا حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے یہی دعوت دی؟ جو تم دے رہے ہو؟ کیا خلفائے راشدین نے یہی دعوت دی؟ احمد بن داؤد چپ ہوگیا ابو عبدالرحمان نے واثق باللہ کو کہا امیر المومنین یہ میرا پہلا سوال ہے پھر پوچھا کیا خلق قرآن کا مسئلہ ضروریات دین میں داخل ہے کیا اس کے بغیر دین کی تکمیل نہیں ہو سکتی ؟ کہا نہیں ہو سکتی فرمایا دین کی تکمیل تو الیوم اکملت کے وقت ہو چکی مگر حضور نے تو اس دعوت کو دین کا حصہ قرار نہیں دیا پھر فرمایا کیا بلغ ما انزل الیک من ربک کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ؟ اگر دیا تو حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مخلوق قرآن کے عقیدے کی تبلیغ کیوں نہ کی ؟ پھر خاموش ہوگیا واثق نے زر کثیر انعام کے طور پر دی آپ نے واپس کر دی فرمایا جب میں گھر سے چلا تو

اہل خانہ کو وصیت کی تھی کہ جب میں مارا جاؤں تو یہ بیڑیاں میری قبر میں رکھنا کل قیامت کے دن میں یہ بیڑیاں پہن کر اللہ کے حضور پیش ہوں گا اور عرض کروں گا الٰہی میں نے تیرے قرآن اور تیرے دین کی خاطر یہ قربانی دی واثق زار و قطار رونے لگا اور درخواست کی کہ آپ میرے پاس رہیں یہ واقعہ ۲۳۱ ھ کا ہے

اس کے بعد متوکل آگیا نہایت دیندار تھا اس نے یہ باب ہی بند کر دیا۔ اس نے امام احمد بن حنبل کو بلایا لیکن آپ نہ گئے واثق کے آنے تک امام احمد کو جو کوڑے مارے گئے اہل نظر کا کہنا ہے کہ اگر وہ کسی ہاتھی کو بھی لگتے تو برداشت نہ کر سکتا لیکن اس مرد خدا کے تحمل پر حیرت ہوتی ہے کہ اتنی سختی اٹھاتے رہے لیکن دین سے ہٹنے کا نام نہیں لیا۔

جس روز ان کی وفات ہوئی ۲۵ لاکھ آدمی جنازے میں شریک ہوا ۲۰ ہزار غیر مسلم اس روز مسلمان ہوئے

۲۷ نومبر ۱۹۸۱ء

محمد رسول اللہ والذین معہ ... الخ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جو دین سکھایا صحابہ نے جو اپنایا خلفائے راشدین نے جس کی تبلیغ کی وہ ایک ہی دین تھا کوئی فرقہ نہیں اور وہی دین اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے نبی کے فرائض دو گو نہ ہوتے ہیں باطنی پہلو سے نبی اپنے رب سے تعلیمات لیتا ہے اور ظاہر پہلو سے مخلوق کو پہنچاتا ہے باطنی پہلو سے تعلیمات لینے کے لئے عصمت شرط ہے پہنچانے کے لئے عصمت شرط نہیں لہٰذا نبی معصوم ہوتا ہے چونکہ نبی کے بغیر اللہ سے احکام لینے والا کوئی نہیں ہوتا لہٰذا نبی کے بغیر کوئی معصوم بھی نہیں ہوتا نبی کے بغیر کسی کو معصوم لکھنا اس کو نبی تسلیم کرنا ہے اور یہ سراسر کفر ہے ختم نبوت کا انکار ہے جہاں تک تعلیمات نبوی کا تعلق ہے اسے حاصل کرنے کے لئے ایمان بھی شرط ہے غیر مسلم بھی قرآن پڑھ سکتا ہے مگر نور نبوت جو صحبت نبوی میں بٹنا شروع ہوا اس کے لئے ایمان شرط ہے اور یہ دولت صرف اہل سنت والجماعت کا

حصہ ہے کیونکہ ما انا علیہ واصحابی کی روشن صرف انہوں نے اپنائی ہے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے نبوت کا اعلان فرمایا اس وقت صرف دو فرقے موجود تھے ایک اہل کتاب دوسرے مشرکین۔ مشرکین تو آپ کے قتل کے درپے تھے اہل کتاب یعنی یہودی اور عیسائی ان دونوں نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو معاذ اللہ ڈاکو کہا پادری فنڈر نے یہاں یہی اعلان کیا تھا اور علماء کو چیلنج کیا تھا اس نے میزان حق ایک کتاب لکھی ہے مولانا رحمت اللہ نے فنڈر کو خط لکھا پھر مناظرے کا اعلان کردیا اور فرمایا کہ تقریری مناظرے کے بعد عملی مناظرہ ہوگا ترک مذہب شرط ہوگی عملی مناظرہ یوں ہوگا کہ ہم کسی قبر پر کھڑے ہوکر اللہ سے دعا کریں گے کہ یہ مردہ زندہ ہوکر بتائے کہ اسلام سچا مذہب ہے یا نہیں اس کے جواب پر ترک مذہب کرنا ہوگا یہ اس لئے کہ انبیاء کے پاس معجزہ ہوتا ہے وہ معجزہ کرامت کی صورت میں نبی کے متبعین کے پاس آتا ہے عیسے کا یہ معجزہ تھا اب دیکھتے ہیں کہ عیسے کا صحیح عقیدت مند مسلمان ہیں یا عیسائی فنڈر سن کر بھاگ گیا اور ترکی چلا گیا

مختصر یہ کہ حضور اکرم کی نبوت کی شہادت نہ تو مشرکین دیتے ہیں نہ اہل کتاب تو اس کے عینی شاہد کون ہوئے وہ صرف صحابہ کرام ہیں مہاجرین اور انصار ہیں اگر یہ گواہ سچے نہیں تو حضور کی نبوت کی دلیل کیا ہے صحابہ سے کٹ کر حضور کی نبوت کو کوئی ثابت کر ہی نہیں سکتا حضور نے تو دین صحابہ کو پہنچایا صحابہ ہی نے دین نقل کر کے آنے والے نسلوں کو پہنچایا اگر وہ قابل اعتبار نہیں تو دین کا کہاں اعتبار ہے جس مذہب کی بنیاد نہیں تو دین کا کہاں اعتبار ہے جس مذہب کی بنیاد ہی صحابی کی مزمت اور ان سے نفرت پر ہو اس مذہب کا اسلام سے دور کا تعلق بھی نہیں اس نے حضور اکرم کی ۲۳ سالہ محنت پر پانی پھیر دیا جب یہ عقیدہ ایجاد کر کے اپنایا کہ تین کے بغیر سارے صحابہ مرتد ہو گئے اور وہ تین چار بھی ان کے بقول عمر بھر سچی بات کر نہ سکے ہاں ان کے جھوٹ کا نام تقیہ رکھا اور دوسرے گروہ کے جھوٹ کا نام نفاق رکھا یعنی معاذ اللہ نبی کریم نے ۲۳ برس میں ایک آدمی بھی ایسا تیار نہ کیا جو سچی بات ہی کر سکے اس سے بڑھ کر نبی کریم اور اسلام کی مخالفت بھلا کیسے ہو سکتی ہے

یاد رکھو ہدایت کا راستہ وہی ہے جس کو حضور اکرم نے ما انا علیہ واصحابی کہہ کر روشناس کرایا

۲۱ مئی ۱۹۸۱ء

سبحان الذی اسریٰ بعبدہ .. الخ

حضور اکرم کے معراج کی تاریخ کے تعین میں اختلاف ہے اس سلسلے میں بڑی بڑی کتابیں لکھی گئی ہیں علامہ زرقانی نے ایک جلد مستقل طور پر لکھی ہے ایک ہے معراج اور ایک ہے اسریٰ مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک اسریٰ ہے اس کے بعد معراج ہے یہ نص سے ثابت ہے اس کا انکار کفر ہے یاد رکھئے معجزہ کا ثبوت عقلی استدلال سے کرنا اصول کے خلاف ہے جہاں ایک طرف اتنا لمبا سفر اور پھر مکالمہ باری کا بیان ہے وہاں دوسری طرف یہ حقیقت کہ حضور واپس آئے تو وضو کا پانی چل رہا ہے اور دروازے کی زنجیر ہل رہی ہے بھلا عقل کیسے تسلیم کرے مگر ایک بات تو مادی دنیا میں عقل تسلیم کرتی ہے کہ جب حکمران کی سواری چلتی ہے تو سڑک پر دوسری ٹریفک معطل ہوجاتی ہے پھر عقل یہ کیوں تسلیم نہیں کرتی کہ شاہ دوجہاں کی سواری جب مکہ سے چلی تو خالق کائنات نے زمانے کی ٹریفک روک دی حضور اکرام براق پر مکہ سے چلے بیت المقدس میں پہنچے تمام انبیا وہاں جمع ہوئے اذان ہوئی جبرئیل آمین نے حضور اکرم کو امامت کے مصلیٰ پر کھڑا کر کے آپ نے نماز پڑھائی وہیں سے امام الانبیا کا لقب ملا پھر قیامت کے متعلق باتیں ہوئی پھر اسی جگہ پر آیت نازل ہوئی وسئل

من ارسلنا قبلک من رسلنا اجعلنا من دون الرحمن

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو انبیاء وہاں حاضر تھے وہ ارواح یا اجسام تھے یا ارواح مع الاجسام تھے علامہ ابن حجر عسقلانی نے دو قول نقل کئے ایک یہ کہ ارواح نے انسانی شکل میں آکر نماز پڑھی دوسرا یہ کہ روح معہ اجسام استقبال کے لئے آئے صحابہ کرام سے لے کر آج تک تمام مسلمان مفسرین، محدثین، فقہا، متکلمین اس مسئلہ پر متفق ہیں کہ روضہ اطہر پر جب صلوۃ و سلام پڑھا جاتا ہے تو نبی کریم سنتے ہیں کسی کا اختلاف نہیں پایا جاتا ہے

ایک اور مسئلہ آج کل شائع ہوا ہے کہ عذاب و ثواب جسم مثالی کو ہوتا ہے جسم عنصری کو نہیں یہ بات سمجھ لیجئے کہ عذاب و ثواب قبر کا عقیدہ ضروریات دین سے ہے "ضروریات دین" کا منکر یا اس کی تاویل کرنے والا خارج از اسلام ہے اس کے متعلق ۷۶ سے زائد حدیثیں آچکی ہین بخاری کی حدیث ہے کہ بندہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے ..... دو فرشتے آتے ہیں اس کو بٹھاتے ہیں اور پوچھتے ہیں من ربک .. الخ .. قبر کی جگہ سے علیین یا سجین شروع ہوجاتا ہے عود روح متواترات میں سے ہے ... وہ جہاں بھی اسی طرح آباد ہے جیسے یہ

علامہ ابن تیمیہ" نے شرح حدیث النزول میں لکھا ہے کہ عود بروح متواترات سے ہے ... ایمان صفت حقیقی کی روح کی ہے بدن میں روح اس طرح سرایت کرتا ہے جیسے کوئلے میں آگ زندگی میں مکلف بالذات جسم ہے بالتبع روح ہے موت کے بعد روح کا بدن سے تعلق ہوگا تو عذاب و ثواب ہوگا اور دونوں کو ہوگا یہ اہل السنت و الجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے اگر یہ عقیدہ ہو کہ عذاب و ثواب جسم مثالی کو ہوتا ہے پہلی مشکل یہ کہ اگر روح جسم مثالی میں حلول کرتا ہے تو تناسخ کا قائل ہونا پڑا دوسری بات کہ جب روح کا تعلق جسم عنصری سے منقطع ہوگیا تو ایمان جب صفت روح کی ہے تو جسم عنصری ایمان سے خالی ہوگیا نبی کا جسم نبوت سے خالی ہوا کہ کفر کیا کسی جانور کا نام ہے نادانوں نے صورت مثالی کو جسم مثالی قرار دے لیا جسم مثالی شے دیدنی ہے بودنی نہیں تیسری بات یہ ہے کہ جسم مثالی کا مادہ کونسا ہے چوتھی بات یہ ہے کہ قرآن نے اصول بیان کیا وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا تو جسم مثالی کی طرف کونسا رسول مبعوث ہوا اگر نہیں ہوا تو عذاب و ثواب کیسا ؟

پانچویں بات جسم مثالی دارالتکلیف میں نہیں آیا تو اس عذاب و ثواب کیسا

لنگر مخدوم

میں یہ چند باتیں بتانا چاہتا ہوں کہ آپ غور سے سنیں اور یاد رکھیں

پہلی بات یہ ہے کہ ہم یہاں کیوں آتے ہیں ؟ جواب یہ ہے کہ ہم یہاں نہ درودیوار کو نہ قبرو مزار کو دیکھنے آتے ہیں بلکہ جیسا ہمارا اجتماع ستارہ یا جکڑالہ میں ہوتا ہے ایسا ہی یہ اصلاحی اجتماع ہے

دوسری بات یہ ہے کہ اہل سنت کا اجماعی عقیدہ یہ ہے کہ روح سے اخذ فیض ہوتا ہے روح زندہ ہے حدیث ہے کہ اس کو فنا نہیں اس لئے ہم شیخ کے پاس آتے ہیں مگر یہ یاد رکھیں کہ روح سے سے اخذ فیض کے لئے ضروری ہے کہ زندہ شیخ روح سے رابطہ کرادے

شیخ کے لئے شرط یہ ہے کہ عالم ہو مگر کتابی عالم ہونا ضروری ہے جاہل کی بیعت حرام ہے ... دوسری یہ کہ متبع شریعت ہو تیسری بات اعمال قلبی کا اہتمام چوتھی بات کہ فن تزکیہ کا ماہر ہو پانچوین بات یہ کہ اس میں امعہ نہ ہو یعنی ڈھلمل یقین نہ ہو

فن تزکیہ کے سیکھنے میں شیخ کا اتباع یوں کرو جیسے ایک نابینا شخص بینا کا اتباع کرتا ہے

تصوف و سلوک کے تین درجے ہیں پہلا ذکر لسانی یہ دوا کوٹنے کا درجہ ہے ... لطائف .. دوا

کھانا ہے مراقبات و منازل دوا کے اثرات کا ظاہر ہونا ہے لطائف کے وقت روشنی بجھانا اور زبان اور آنکھیں بند کرنا .. ذکر قلبی اور یکسوئی کے لئے ہے تاکہ جن نالیوں کے ذریعے باہر سے گندہ مواد آتا ہے انہیں بند کر دیا جائے اور ذکر قلبی سے قلب میں بورنگ شروع کردی جائے تاکہ اس کے اندر سے انوار و تجلیات کے چشمے ابلنے لگیں

☆ - برزخ میں زیادہ لوگ معاملات کی وجہ سے ماخوذ ہیں

☆ - سلوک کے دو رکن ہیں اتباع شریعت اور شیخ کامل سے عقیدت

☆ - ہمارا سلسلہ نقشبندیہ ہے اویسیہ اس کی شاخ ہے

اویسیہ سے مراد یہ ہے- کہ روح سے فیض لیا بھی جا سکتا ہے- اور روح کو فیض دیا بھی جا سکتا ہے- مگر اخذ فیض کے لیے روحانی ربط ضروری ہے- اور وہ زندہ شیخ ہی کرا سکتا ہے وہ شیخ جو کم از کم فنا بقا تک منازل سلوک طے کر چکا ہو - وہ سالک کو لطائف اور مراقبات کر کے اس قابل بنا دے کہ اس کی روح کو برزخ تک رسائی کی قوت حاصل ہو جائے تو وہ زندہ شیخ اس کی روح کا رابطہ کسی کامل کی روح سے کرا دیتا ہے- اس کو ربط بالشیخ کہتے ہیں-

(۲۳) لوگ کہتے ہیں کشف کا ثبوت کیا ہے یہ تو بدعت ہے بھئی ان سے پوچھو جس چیز کا ثبوت بالسنت موجود ہو اسے کیا کہیں گے معراج کے واقعہ پر غور کرو- حضور اکرم کو جبرئیل کیسے نظر آ گئے جبرئیل کو کیسے پہچانا جبرئیل کی بات کیسے سنی- موسیٰ کو قبر میں نماز پڑھتے کیسے دیکھا- پیغمبروں سے ملاقات کیسے ہوئی-

ابراہیم سے کلام کیسے ہوئی بیت المقدس میں انبیاء کی امامت کیسے کرائی - کیا یہ فعل رسول نہیں کیا یہ قول رسول نہیں قول رسول اور فعل رسول کو بدعت کہتے ہیں

۵ جون ۱۹۸۱ء

واذ قال موسیٰ - الخ

صحابی کسے کہتے ہیں؟ جمہور علمائے کرام نے

فرمایا کہ بحالت اسلام اس نے حضورؐ کو دیکھا ہو یا حضور اکرمؐ نے اس کو دیکھا ہو صحابی ہے- اسی طرح مراقبہ فی الرسول میں بھی دو صورتیں ہوتی ہیں ایک یہ کہ اس نے روحانی طور پر حضور اکرمؐ کے روح انور کی زیارت کی دوسری یہ کہ حضور اکرمؐ نے اس کو اپنے دربار میں دیکھ لیا- جس طرح پہلی دونوں صورتوں میں صحابیت کی برکات سے صحابی مستفید ہوا-٠ اسی طرح دوسری صورت میں فنافی الرسول کی برکات سے سالک مستفید ہوا- مکاشفات و کرامات کیا ہے- ثمرہ عمل اسی لیے ایسے لوگ موت کے وقت افسوس کرتے گئے کہ ہمیں ثمرہ اعمال دنیا میں مل گیا- کاش وہ آخرت کے لیے ذخیرہ ہوتا بہرحال یہ مقصودی چیز نہیں- مقصد صرف حصول رضائے الٰہی ہے- ورضوان من اللہ اکبر- کاملین سے یہ چیزیں کم صادر ہوتی ہیں-

یہ آئتیں جو میں نے پڑھی ہیں ان میں موسیٰ و خضرؑ کا واقعہ بیان ہوا ہے- یہود و انصاری نے اس کا بالکل انکار کر دیا-

اس واقعہ سے کئی حقائق معلوم ہوتے ہیں-

۱- خادم اپنے بنانا چاہئے جس میں قوت ہو جوان ہو-

۲- زاد راہ لینا سفر میں سنت انبیاء ہے-

۳- خادم کا وظیفہ سامان اٹھانا ہے-

۴- سفر میں خادم ساتھ رکھنا-

موسیٰ ان علوم کو سیکھنے کے لیے نہیں گئے جن کا تعلق نبوت سے ہے-

حضرت موسیٰ امور شرعی میں کسی کے محتاج نہیں تھے-

حضرت خضرؑ کے پاس امور تکوینی کا علم تھا- یہ نبوت سے متعلق نہیں

تصوف کی راہیں

حافظ غلام قادری

تصوف ، سلوک کے حصول کے لئے لوگ آپ کی خدمت میں دور و نزدیک سے حاضر ہوتے اکثر و بیشتر آپ ان موضوعات پر ہدایات فرماتے اور ایک شفیق باپ کی طرح وقتاً فوقتاً سمجھاتے رہتے

آپ کی سب سے بڑی کرامت یہی کہ اس الحادی دور میں ہزار ہا گمراہوں کو خدا آشنا کیا ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی بیعت کی نعمت اور دربار نبوی صلعم کی حضور نصیب ہوئی سینکڑوں کو آپ نے اپنی توجہ سے منازل سلوک میں اعلیٰ مقامات تک پہنچایا

تصوف و سلوک کے حصول کی ضرورت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا حیرت ہے علما بھی اسکی اہمیت نہیں سمجھتے بلکہ اعتراض کرتے ہیں ڈیرہ اسمٰعیل خان میں ایک شیخ الحدیث صاحب نے مجھ سے کچھ سوال پوچھے میں نے جواباً پوچھا قرآن مجید میں رب کریم نے حضرت نوح کی قوم کو فرمایا انھم کانو اقوما عمین تو کیا یہ ساری قوم ہی نابینا تھی اسی طرح دوسری جگہ فانھا لا تعمی الابصارو لکن تعمی القلوب التی فی الصدور ایک اور جگہ صُمٌّ بُکمٌ عُمیٌ جن لوگوں کو فرمایا گیا کیا وہ آنکھوں سے اندھے اور کانوں سے واقعی بہرے تھے یہ سارے کا سارا ذکر تو دل کی آنکھ اور دل کے کانوں کا ہے

پھر میں نے پوچھا ہر علم کا موضوع کچھ نہ کچھ ہوتا ہے حدیث کا موضوع کیا ہے اسکی آخر غرض و غایت کیا ہے ؟ خاموش

تیسری مرتبہ میں نے پوچھا جس چیز کا وجود بالسنۃ ثابت ہو فعل رسول اور قول رسول سے ثابت ہو وہ سنت ہے کہ نہیں ہے ؟

نبی کریم جب معراج کو تشریف لے گئے انہوں نے فرشتے دیکھے تھے کہ نہیں جبرائیل کو کیسے پہچانتے تھے ہم سب کیوں نہیں دیکھ پاتے بیت المقدس میں انبیا کرام سے ملاقات انکی امامت کرنا حضرت آدم نے آسمان کے پہلے دروازے پر آپ کا استقبال کیا حضرت ابرہیم سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے فرمایا امت کو بتائیں جنت چٹیل میدان ہے اور پھر تسبیحات پڑھنے کا فرمایا مشکواۃ میں موجود ہے حضرت موسیٰ سے ملاقات اور نمازوں کی تخفیف وغیرہ فرشتوں کو دیکھنا ارواح سے ہمکلام ہونا وغیرہ کیا سنت رسول ہے کہ نہیں ؟

اعتراض کی وجہ یہی ہے کہ جو مسئلہ پرانا ہو جائے وہ کفر سے تعبیر ہو جاتا ہے اور پرانا کفر اسلام بن جاتا ہے ایسے اہل اللہ اور یہ نعمت دراصل نابود ہو چکی تھی اس لئے لوگ اس سے ناواقف ہیں

لطیفہ قلب کی اہمیت

تصوف کا موضوع اصلاح باطن ہے جس کا مدار قلب کی اصلاح پر ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد "انسانی جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے وہ ٹھیک ہو گیا تو سارا جسم درست اور اگر وہ بگڑا تو سارا جسم بگڑ گیا سنو وہ قلب ہے"

اسی حدیث میں بیان تو مضغہ لحم صنوبری کا ہوا ہے مگر حکم اس لطیفہ کا ہے جس کو اس مضغہ سے گہرا تعلق ہے حدیث میں درستی قلب کو درستی بدن فرمایا گیا ہے یہ درستی فنابقا کے بغیر ناممکن ہے اس درجے پر سالک قلب کی فنا کے بعد واصل اباللہ ہوتا ہے وگرنہ اس سے پہلے ایمان متزلزل ہونے کا خطرہ ہوتا ہے

ابوسفیان سے ہرقل روم نے سوال کیا تھا کہ لوگ اس دین کو قبول کر لینے کے بعد پھر برا سمجھ کر ترک بھی کر دیتے ہیں ابوسفیان بولے نہیں ایسا تو نہیں ہوتا

ایمان کی تاثیر ہی یہی ہے کہ جب قلب انسانی میں جم جاتی ہے پھر دور نہیں ہوتی

اہل اللہ کے نزدیک فنافی اللہ اور بقا باللہ کے مقامات پر فائز ہونے کے بعد ایمان قلب میں راسخ ہو جاتا ہے جیسا کہ فرمان باری ہے - ولکن اللہ حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبنا اللہ تعالیٰ نے ایمان کی محبت عطا کی اور اس کو تمہارے دلوں میں مرغوب کر دیا ہے

اصل مملکت قلب ہے سمع و بصر رکھنے والا عالم متکلم بدن سے اس کا تعلق تدبر تصرف کا ہے آنکھیں اور کان قلب کے جاسوس ہیں زبان اسکی ترجمان ہے اصل انسان اوربدن کا بادشاہ قلب ہے محل تقویٰ بھی قلب ہے

تحقیق اس میں اس شخص کے لئے نصیحت ہے جس کے پاس قلب ہے علاج قلب اور غذائے قلب عارفین کاملین کے بغیر کہیں کہیں ملتی اس کے علاج کا نسخہ ذکر الٰہی سے ہی قلوب مطمئن ہوتے ہیں

عقائد اعمال، اور خلوص شریعت اگر ایک درخت ہے تو عقائد اسکی جڑیں اور تنا ہیں شرعی مسائل اسکی شاخیں اور پتے ہیں اور تصوف اس کا پھل ہے "شریعت میں ذرا خلل پیدا ہوا تو عقائد برباد ہو گئے اور اگر شیخ سے خلوص میں کمی آئی تو یہ نعمت (سلوک) چھن گئی۔

بیعت وسیلہ

کسی اللہ کے بندے کے ساتھ اس وجہ سے عقیدت پیدا کر لینا تاکہ کسی نیک کی نسبت سے میں بھی گناہوں سے بچ کر نیک بن جاؤں اور یہ بیعت صرف اور صرف رضائے الٰہی کے لئے ہو نہ کہ دنیاوی مقاصد کے لئے

اللہ کریم کا ارشاد

جس نے اللہ اور رسول کے لئے ہجرت کی اللہ کے ہاں صرف وہی ہجرت مقبول ہے جس نے دنیاوی اغراض یا کسی عورت سے شادی کی خاطر وطن چھوڑا وہ

نکاح تو کرے گا لیکن اللہ سے کسی اجر کی امید نہ رکھے

جس دور سے ہم گزر رہے ہیں الحاد اور بے دینی کا دور ہے انسان سے گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ کرے اور اللہ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرے

بیعت شریعت یا بیعت ارشاد

دین کی سربلندی کے لئے آدمی کوشش کرے اور سنت خیر الانام پر عمل پیرا ہونے کے لئے کسی شیخ سے اپنا رابطہ عقیدت قائم کرے

بیعت حقیقت

حقیقت اس کیفیت قلبی کا نام ہے کہ اللہ کی عبادت آدمی اس طرح کرے گویا اللہ کو دیکھ رہا ہے

اگر یہ حالت نہیں تو پھر وہ تو تمہیں دیکھ رہا ہے

حجتہ الوداع کے بعد حضور کے وصال سے قبل جس کے ۸۰ روز بعد آپ کا وصال ہوا محدثین لکھتے ہیں کہ اس روز جبرائیل دین کا خلاصہ بتانے آئے تھے تاکہ مسلمانوں کو معلوم ہو جائے کہ دین کی اصل کیا ہے جبرائیل نے پوچھا ایمان کیا ہے ؟

آپ نے جواب فرمایا " اللہ پر ایمان لانا "

پھر سوال کیا اسلام کیا ہے ؟

فرمایا " نماز ادا کرنا روزہ رکھنا زکواۃ ادا کرنا حج کرنا وغیرہ

پھر پوچھا احسان کیا ہے ؟ "

آپ نے فرمایا - " اللہ کی عبادت ایسے کرو گویا کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو اگر ایسی حالت نہیں پھر وہ تو تمہیں دیکھ رہا ہے

یہ کیفیت حاصل کرنے کے لئے کسی نہ کسی اللہ والے سے نسبت کا ہونا ضروری ہے

(د) بیعت معرفت

جس طرح ہجرت دنیا کے اس حصے کو چھوڑ دینے کا نام ہے ایسے ہی ماسوائے اللہ کے سب سے کٹ کر اسی کی عبادت کا نام معرفت باری ہے یعنی دنیا کو چھوڑ کر ایسی عبادت کی جائے جیسا کہ اس کا حق ہے اس کے کتنے ہم پر احسانات ہیں آنکھیں جسم اعضا رزق مکان اولاد کیا کچھ اس نے دے رکھا ہے اس لئے عبادت کا صرف اور صرف وہی مستحق ہے جنت و جہنم کو بھی چھوڑ کر صرف اور صرف اس کی ذات کو مستحق عبادت سمجھا جائے

اولیا اللہ کی دشمنی

اولیا اللہ کی شان بتاتے ہوئے فرمایا ان اللہ والوں سے عداوت اور دشمنی سوئے خاتمہ کا باعث بنتی ہے حضرت تھانوی کا فرمان ہے کہ اہل اللہ کی دشمنی گو کوئی قانون تو نہیں لیکن دیکھا یہی گیا ہے ان کے مخالفین کا خاتمہ اکثر ایمان پر نہیں ہوا

جاہل پیر کی بیعت

جاہل پیر کی بیعت تو سرے سے ہی حرام ہے کیونکہ بیعت کا مقصد ہی پیر کا مرید کو احکام شریعت پر چلانا اور اسکی راہنمائی کرنا ہے جو جاہل ان احکامات سے واقف ہی نہیں ہو بھلا کیا راہنمائی کرے گا مولانا اشرف علی تھانوی کا فرمان ہے بیعت کی حقیقت یہ ہے کہ مرید کی طرف سے اتباع شریعت کی کوشش ہو اور شیخ اسکی تعلیم وتربیت کا التزام کرنے ایک اندھا کیا راہنمائی کر سکے گا

کشف والہام

کشف والہام مقصودی چیز نہیں ہاں ایک انعام ہے سالک کا مقصود تو رضائے الٰہی ہونا چاہئے۔ کشف محض ظنی چیز ہے شریعت سے متصادم ہو تو ہرگز معتبر نہیں شریعت کی تائید کرے تو قابل اعتبار ہے۔

ظاہری بیعت

ہمارے سلسلہ میں ظاہری بیعت نہ ہونے کی وجہ صرف یہ تھی کہ اس سلسلہ میں روح سے فیض لیا جاتا ہے گو روح سے تعلق اور ربط فیض کے لئے ضروری ہے اور یہ ربط زندہ صاحب حال صاحب کلام و کشف کم از کم فنافی اللہ تک مقامات رکھنے والا شخص ہی کروا سکتا ہے

میں اویسی ہوں روحانی بیعت کرواتا ہوں لیکن اب لوگوں میں اتنی اہلیت نہ ہونے کی وجہ سے سب روحانی بیعت کے قابل نہیں اویسی کے ساتھ نقشبندی کی نسبت بھی ہے اس لئے ظاہری بیعت لے لیتا ہوں تاکہ عقائد کی اصلاح ہو جائے اور نمازی بن جائیں ہمارے ساتھ جو شخص بھی کچھ روز اللہ اللہ کر لے انشا اللہ کبھی بد عقیدہ نہیں ہو سکتا

سلوک کے دو رکن

تصوف کے دو رکن ہیں

(۱) اتباع شریعت ہر کام حضور سے پوچھ کر کرنا
(۲) شیخ سے خلوص قلبی

بیعت کا مقصد گناہ سے ہجرت کرنا ہے

بیعت کرتے ہوئے اگر شیخ کی دنیاوی شان وشوکت یا کسی بھی دنیوی منفعت کو مد نظر رکھ کر بیعت کی گئی تو اس بیعت کا دین سے کچھ تعلق نہیں بخاری شریف میں ہے کہ اگر کسی شخص کی ہجرت کی غرض اللہ اور رسول کا حکم ہے تو یہ ہجرت دین کے لئے ہے لیکن اگر ہجرت کا مقصد محض دنیاوی فائدہ ہے یا کسی عورت سے شادی تو پھر اس نیت کی وجہ سے یہ ہجرت بھی صرف دنیا ہی دنیا ہے

بیعت گناہ سے ہجرت نیکیوں کی طرف بڑھنا ہے ہر عیب چھوڑ کر اچھائی اور نیکی کی طرف جانے کا نام ہے جو شخص پہلے نماز پڑھتا تھا زکواۃ نہیں دیتا تھا تو بیعت سے گویا اس نے اس گناہ سے ہجرت کی اور ان احکامات پر عمل کرنے لگا جیسے حضور مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ دار الاسلام میں چلے گئے دار الفتن و فساد کو چھوڑ کر دارالامن میں چلے جانا بیعت ہجرت معرفت ہے لیکن لاکھوں کروڑوں میں سے کسی کو اللہ نصیب کر دیتے ہیں یعنی دنیا و مافیہا کو چھوڑ کر صرف رب سے چمٹ جانا کہ ہر کام صرف اللہ کی رضا کے لئے کرے فقہا نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کا یہ خیال ہو کہ عبادت سے مجھے جنت مل جائے تو اگر جنت روپے پیسے سے مل جاتی تو گویا عبادت چھوڑ دیتا ایسے ہی جہنم سے بچنے کے لئے عبادت کرنے والے کی جہنم سے اگر کسی اور طرح خلاصی ہو جاتی تو بھی اطاعت چھوڑ دیگا پھر عبادت کی اس کو کیا ضرورت

نیکیوں سے وابستہ رہنے کا حکم ہے

ارشاد باری ہے لکڑی کے ساتھ لگا ہوا لوہا بھی تیرتا رہتا ہے یہ تعلق جوڑ لینا بیعت شریعت ہے اور ایک ہے بیعت طریقت جس کا مقصد حصول علم باطنی

ہے جو پیر سلف صالحین صحابہ تابعین اور تبع تابعین کے راستے پر چلا سکتا ہے اس کی بیعت کی جائے

شیخ سے سوال بطور اعتراض مانع فیض ہے

حضرت خضر سے حضرت موسیٰ نے تین سوال کئے چوتھے پر انہوں نے واپس کر دیا یہیں سے صوفیاء نے مسئلہ نکالا ہے کہ شیخ پر سوال بطور اعتراض نہ کیا جائے کیونکہ یہ مانع فیض ہے

راولپنڈی سے حافظ اشرفی صاحب میرے پاس چکڑالہ آئے صبح ہم ساتھیوں میں بیٹھے تھے تو انہوں نے کچھ اعتراض کئے اچھے لائق آدمی تھے جنگ اخبار میں ان کے مضامین شائع ہوا کرتے تھے

دو تین سوالوں کے جواب تو میں نے دئے پھر میں نے پوچھا آپ کا یہاں آنے کا مقصد؟ کہنے لگے بیعت کرنے آیا ہوں تو میں نے کہا پھر بطور اعتراض کوئی سوال نہ کریں بلکہ بطور سائل پوچھیں وہ فوراً سمجھ گئے

بے دین کے پکائے ہوئے کھانے کا اثر

بخاری شریف کی شرح میں چھٹی صدی میں لکھا گیا ہے کہ علم ظاہری تو موجود رہے لیکن عمل نابود اور علوم باطنی تو ختم ہی ہو چکے ہیں نہ ان پر عمل رہا ہے کسی کا علم ہے تو عمل نہیں ہے

یہ تو چھٹی صدی کی بات ہے اور اب تو ہم بہت دور جا چکے ہیں سب چیزوں سے زیادہ نماز کی کوشش کی جائے نماز دین کا سر ہے اگر سر ہی کٹ جائے تو باقی کیا بچا نماز گئی تو دین گیا گھر میں عورتوں کو نماز کا پابند بنایا جائے مسائل کا علم نہ ہونے کی وجہ سے پاک اور پلید کی انہیں تمیز نہیں ہوتی ناپاکی کے اثرات بڑے نقصان دہ ہوتے ہیں پلید کھاتے کھاتے دل سیاہ ہو جاتا ہے پھر دین کی طرف سے دل اچاٹ ہو جاتا ہے اس طرح عورتیں جڑ ہی کاٹ کے رکھ دیتی ہیں انہیں ضرور نمازی بنائیں اور مسائل ضرور یہ بتائیں خود بھی نماز کی سب چیزوں سے زیادہ کوشش کریں نماز دین کا سر ہے سر ہی کٹ جائے تو باقی کیا بچے گا

کشف قلوب اور اصلاح

حضرت المکرمؒ کی نگاہ اکثر ساتھیوں کے قلوب پر رہتی مجلس میں بیٹھے احباب کو اکثر و بیشتر توجہ دیتے رہتے تاکہ ہر لمحہ ترقی درجات ہوتی رہیں کئی مرتبہ ایسا بھی ہوتا کہ کسی کے قلب کا وسوسہ یا نقص محسوس کرتے ہوئے اس موضوع پر بیان فرما دیتے سننے والے کی خود بخود اصلاح بھی ہو جاتی اور شرمندگی بھی نہ اٹھانا پڑتی یہ آپ کی خاص کرامت تھی

نماز میں دایاں پاؤں بچھا کر کچھ روز نماز پڑھتے رہے امیر سرگودھا شکیل صاحب کو خیال آیا اتنا بڑا عالم اور نماز میں ایسی غلطی!

پوچھنے کی جرات نہ تھی آپ نے نماز کے بعد

دائیں ٹانگ میں چوٹ کی وجہ سے اسے بیٹھنے کا سبب بتایا

اوکاڑہ سے چند احباب گاڑی میں اکٹھے حضرت شیخ کی خدمت میں روانہ ہوئے راستے میں کپٹن محمد طیب جو دینی عالم بھی ہیں کہنے لگے باقی تو سب طریقہ سمجھ میں آتا ہے لیکن فریضہ ذکر میری سمجھ میں نہیں آرہا

حضرت تشریف لائے احباب سے ملاقات کی سب سے حال احوال پوچھا ذکر کی فضیلت شیخ کی ضرورت اور پھر خصوصاً طریقہ ذکر ایسے ہی کیوں ہے بھرپور طریقے سے اس کی وضاحت کی اس طرح کے واقعات اکثر وبیشتر پیش آتے رہتے تھے جن سے لوگوں کے احوال کی اصلاح ہوتی ایک مرتبہ ایک صاحب حاضر ہوئے کہ میں بڑے عرصہ سے متلاشی ہوں مجھے آپ کا پتہ چلا ہے تو اللہ اللہ سیکھنے کو حاضر ہوا ہوں رات وہیں قیام کیا محفل ذکر میں شامل ہوئے مسجد سے گھر پہنچے حضرت اندر تشریف لے جانے لگے تو طفیل صاحب سے فرمایا انہیں سمجھائیں اللہ اللہ سیکھنا ہے تو دل سے غیر اللہ کی محبت نکال دیں

اس شخص نے کہا میں تو کسی سے محبت نہیں رکھتا حضرت نے فرمایا ایک عورت کی محبت بولے وہ خود

مجھ سے محبت کرتی ہے میری تو اس سے محبت نہیں آپ نے فرمایا اس کی تو نہیں آپ کی اس سے محبت ہے رات طفیل صاحب سے کہنے لگا ان کو کس نے یہ بتایا ہے ؟

صبح واپس چلا گیا

طفیل صاحب نے اس کا سوال دھرایا تو آپ نے فرمایا اگر عورت اس سے محبت کرتی اس کے قلب میں اس کا عکس کھڑا دکھائی دیتا بیٹھی ہونے کی وجہ سے اس شخص کی اس سے محبت ہے نہ کہ اسکی اس سے ؟

جنت میں جانے کے دو اسباب اور ذکر الٰہی کی برکات

(۱) التعظیم الامراللہ

(۲) والشفقۃ علیٰ خلق اللہ

اللہ کے احکام اوا مرو نواہی کی دل میں تعظیم وعزت اور اللہ کی مخلوق کے لئے دل میں شفقت ہو یعنی احکام الٰہی کی مکمل پابندی کی جائے اور خلق خدا پر سب سے بڑی شفقت ہی یہ ہے کہ اسے اخروی عذاب سے بچانے کی کوشش کی جائے اور احکام خداوندی کی پابندی کی جائے

الحمد اللہ یہ دونوں چیزیں ذکر الٰہی کی برکت سے حاصل ہو جاتی ہیں میں نے دیکھا ہے ہزاروں متکبر دین سے بیگانے اعلیٰ دنیوی مناسب پر فائز حضرات کو حلقہ ذکر میں داخل کیا ذکر الٰہی کی اس زنجیروں نے انکی گردنیں بار گاہ الٰہی میں جھکا دیں اطاعت رسول کے لئے ان کے دل موم ہو گئے داڑھیاں رکھیں سینما گھروں اور کلبوں کو چھوڑ مسجد کی چٹائیوں میں سکون کے متلاشی ہوئے اور برائی چھوڑ دی ذکر کی برکت سے عقائد سنورے اعمال درست ہوئے اور عبادات کی پابندی کرنے لگے حقوق العباد کا دل میں احترام پیدا ہوا معاملات درست کر لئے بعضوں نے رشوت یا کسی اور طریقے سے اگر کسی کا ناجائز پیسہ لیا ہوا تھا تو ذکر کی برکت سے یہ رقم اس کو واپس کر دی

۳ اصلاح قلب کا کامیاب نسخہ

مقصد ہی اصلاح خلق ہے اور تجربہ کر کے دیکھا ہے تقریروں اور وعظوں سے اصلاح نفس مشکل بلکہ ناممکن ہے ذکر اللہ کے بغیر اصلاح محال ہے اونی درجہ احسان اور اصلاح و تزکیہ کا حاصل ہو جائے تو نجات کی پوری امید ہو جاتی ہے۔

یہ تو مجھے معلوم ہے کہ اس زمانے کے لوگ شیخ عبدالقادر جیلانی یا بایزید بسطامی تو نہیں بن سکتے لیکن کباڑ سے بیچنے والے تہجد گزار بن جائیں احکام الٰہی اور حضور کے ارشادات کی قدور منزلت ان کے دل میں پیدا ہو جاتی ہے تو یہ بھی کیا اس دور میں کم ہے

حریفاں بادہ ہا خور دندو رفتند
تہی خم خانہ ہا کردند و رفتند

قرب خداوندی کے سلسلے میں ایک حدیث کی وضاحت

نبی کریم کا ارشاد ہے ماتقرب التی عبلی بمثل ما

انسان کو سب سے زیادہ قرب خداوندی فرائض سے ہوتا ہے پھر درجات کی مزید بلندی کا نوافل سے ترقی کرتے ہوئے ۔ اس درجے کو پالیا ہے کہ میں اس کو محبوب بنا لیتا ہوں اذا حببتہ جب میں اس کو محبوب بنا لیتا ہوں تو پھر میں اس کے کان بن جاتا ہوں پھر میں اسکی آنکھیں بن جاتا ہوں پھر میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں پھر میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں

محدثین نے اس حدیث کے عجیب عجیب معنی بیان کئے ہیں میں نے کافی تفسیریں دیکھی ہیں لیکن اس فن کا بندہ نہ ہونے کی وجہ سے اس مفہوم کو سمجھ نہیں سکا انہوں نے لکھا کہ ہاتھ پاؤں تمام اعضا سے جو کچھ ہوتا ہے اللہ کی مرضی کے مطابق ہی کام ہونے لگتے ہیں حالانکہ اس کا یہ مطلب بنتا ہی نہیں

سیدھا سا مفہوم ہے کہ اللہ کی ذات اسکی آنکھیں بن جاتی ہیں اس طرح باقی اعضا بھی جن کا ذکر ہوا ہے وہ اس طرح دیکھے گا جیسے اللہ کی ذات دیکھ رہی ہے سمجھ ایسے ہی اس کو آتی رہے گی

آپ کو اس مثال سے سمجھ آجائے گی

حضرت موسیٰ علیہ السلام جنگل میں سفر کر رہے تھے بھیڑ بکریاں پاس تھیں بیوی کا بچہ پیدا ہونے کا وقت

آگیا آگ دکھائی دی تو وہاں چلے گئے ویسے بھی سفر رات کو ہی کرتے تھے

پاس پہنچے تو آواز آئی اے موسیٰ برکت والی ہے وہ ذات جو اس آگ کے بیچ میں ہے اور اس کے ارد گرد میں اے موسیٰ میں اللہ ہوں جہاں والوں کا رب

آگ میں سے اللہ کی ذات بول سکتی ہے تو کیا وجہ ہے بندے میں سے نہیں بول سکتی آگ کیا بندے سے زیادہ بہتر اور متبرک ہے پیغمبر پر وحی نازل ہوئی تو آواز تو پیغمبر کے منہ سے ہی اس وحی کو سنا دیتی تھی

اگر پورے طریقے سے کوئی اللہ کا بندہ بن جائے تو پھر بات تو اللہ کی ہوتی ہے اس کے بندے کے منہ سے نکلوا دیتا ہے لیکن معرفت کا یہ انتہائی درجہ ہے

صحبت شیخ

نجات اخروی کا دارو مدار قال اللہ اور قال رسول پر ہے مگر ترقی درجات ذکر قلبی اور صحبت شیخ کے بغیر ممکن ہی نہیں محض لسانی ذکر سے منازل سلوک طے نہیں ہوتے کتب تصوف اور اہل اللہ کے حالات پڑھنے سے تزکیہ نہیں ہوتا

آخرت کی کامیابی ایمان و اعمال صالحہ ہی ممکن ہے

حیرت ہے عارضی اور چند روزہ زندگی کے لئے تو لوگ سب کچھ کرتے ہیں مگر جس جہاں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہنا ہے وہاں کے لئے کبھی بھی نہ کیا جائے دنیا جب اسباب و اعمال سے وابستہ ہے آخرت بھی تو ایسے ہی ایمان و اعمال صالحہ سے وابستہ ہے

اتباع نبوی

غوث قطب ابدال ہو یا قیوم وفرد کے مناصب حضور کی جوتیوں کے طفیل ملتے ہیں حضور سے محبت حقیقی اور سنت نبوی کا مکمل اتباع ضروری ہے اتباع سنت سے ہی ہدایت حاصل ہوتی ہے اور تزکیہ کے راستے کھلتے ہیں

محال است سعدی کہ راہ صفا
تواں یافت جز درپئے مصطفیٰ

سر پر لٹ اور راکھ ڈال لینے یا مخصوص رنگ کے کپڑوں پہن کر صرف مخلوق کو ہی دھوکہ دیا جا سکتا ہے

ان ہندوانہ رسموں سے ولایت تو کیا جنم ہی پہنچنے کا راستہ کھلتا ہے

شریعت اور اوامرو نواہی اور تمام احکامات عقائد جڑ کی حیثیت رکھتے ہیں درخت چاہے کتنا بھی بڑا ہو جائے جڑوں سے بے نیاز نہیں ہو سکتا ایسے ہی کوئی ولی یا صوفی کتنے بلند منصب مرتبے حاصل کر لے شریعت سے بے نیاز نہیں ہو سکتا وہ لوگ دھوکہ باز ہیں جن کا کہنا ہے کہ شریعت اور چیز ہے اور طریقت اور اس لیے ہم شریعت کی پابندیوں سے آزاد ہیں

بلکہ جتنا قرب الہیٰ زیادہ نصیب ہوتا ہے اسی قدر معمولی سی غلطی اور لغزش جلد گرفت ہوتی ہے مثال دیتے ہوئے فرمایا کوئی جاہل گنوار عدالت میں پیشاب بھی کر دے تو مار پیٹ کر نکال دیا جائیگا لیکن کوئی وکیل تھوک بھی دے تو سخت گرفت ہو گی یہی مثال مقربین کی ہے بارگاہ خداوندی کی ہے انکی معمولی سی کوتاہی انہیں بلند درجات سے محروم کر دیتی ہے

قلبی امراض کا علاج

ایمان و عقائد میں بنیاد توحید ہے توحید میں کامل درجہ زبانی اقرار سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ معرفت سے قلب سلیم کے لئے دو شرائط ہیں

(۱) قلبی امراض سے صحت

(۲) قلب کو غذائے صالح مہیا کرنا

قلبی امراض کفر شرک خواہشات نفسانی۔ شکوک و شبہات وغیرہ جس طرح غذا جسم کو فائدہ پہنچاتی ہے اس طرح قلب کو بھی غذا درکار ہوتی ہے

لسانی ذکر کے لیے کسی شیخ کی ضرورت نہیں۔ مسنون اذکار کا حکم تو خود نبی کریمؐ نے دیا ہے پھر کسی اور کی اجازت کی کیا ضرورت شیخ تو ماورائی الوریٰ مقامات کے حصول کے لیے سلوک کا تعلق آسمانوں سے اوپر۔ عرش پر ہوں گے۔

ذکر اللہ کی کثرت اور اولیاء اللہ کی صحبت سے انسان کے دل میں اللہ کی محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور وہ کبھی بدبخت ہو کر نہیں مرتا ایک مولوی صاحب نے قاضی صاحب سے پوچھا "قلب سلیم کی کچھ سمجھ نہیں

آپ کی تفسیریں پڑھی ہیں لیکن کچھ بھی پلے نہیں پڑا۔

دل میں جب اللہ کے علاوہ کوئی چیز بھی نہ رہے تو اس کیفیت کا نام قلب سلیم ہے۔ جب کوئی چیز بھی ہو گی ہی نہیں تو دل میں کہاں سے آئے گی۔

مختصر یہ کہ ماسوائے اللہ کے سب سے کٹ جانے کا نام "قلب سلیم" ہے

فیوضات کے تمام دروازے بند ہو چکے ہیں صرف ایک دروازہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کھلا ہوا ہے جو کچھ بھی جس کو ملنا ہے۔ آقائے کے نامدار کے جوتوں سے ملنا ہے۔

خلاف پیمبر کسے راہ گزید
کہ ہر گز نخواہد بمنزل رسید

حضرتؒ کا فیض حاصل کرنا

فرمایا میں نے اپنے محبوب شیخ کی روح سے فیض حاصل کیا میرے اور میرے شیخ مکرمؒ کے درمیان کوئی ۴۰۰ سال کا فاصلہ ہے میں نے اویسی طریقے سے اپنے شیخ کی روح سے فیض حاصل کیا۔

اویسی وہ ہوتا ہے جس نے کسی ولی اللہ کی روح سے فیض حاصل کیا ہو۔ بڑے بڑے اولیاء اللہ اویسیہ طریقے سے فیض حاصل کرتے رہے اس سلسلہ والے حضورؐ کے روح پر فتوح سے فیض لیتے ہیں بحمد اللہ اس فقیر کو اب بھی حضورؐ کی روح مبارکہ سے فیض حاصل ہو رہا ہے۔

عالم نزع میں غیبی مدد

ایک زمیندار فوت ہوا مفتی غلام صمدانی صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی تدفین کے بعد قبر پر مراقبہ کیا۔ تو وہ کہنے لگا مفتی صاحب میں آپ کا بے حد مشکور ہوں ۔ کیونکہ آپ عین عالم نزع میں تشریف لائے اور مجھے کلمہ طیبہ کی تلقین کی۔

حضرتؒ پنڈ دادنخاں تشریف لائے تو مفتی صاحب نے آپ کی خدمت میں یہ واقعہ بیان کیا اور کہنے لگے روح تو جھوٹ نہیں بولتی لیکن مجھے تو پتہ ہی نہیں تھا۔ میں تو صرف جنازے پر پہنچا تھا۔

حضرت شیخ نے فرمایا "اللہ کریم جس بندے پر مہربانی فرماتے ہیں تو فرشتے کو اس کے کسی نیک دوست کی شکل میں بھیج دیتے ہیں جو عالم نزع میں اس کو کلمہ طیبہ کی تلقین کرتا ہے۔ آپ سے چونکہ اس کی عقیدت تھی تو فرشتہ آپ کی ہی شکل میں بھیجا گیا۔

آداب شیخ

شیخ کے سامنے جو آدمی بیٹھے وہ دل کی طرف خیال رکھے شیخ کے چہرے کی طرف بار بار نہ دیکھے سر سے ننگا نہ بیٹھے میں یہ سب کچھ اپنے لیے نہیں بلکہ آپ لوگوں کے فائدے کے لیے کہہ رہا ہوں میں خود تو جٹ بوٹ زمیندار آدمی ہوں۔ مجھے آپ کے ادب نہ کرنے سے کچھ فرق نہیں پڑتا لیکن یہ خود آپ کے فائدے میں ہے کہ اس ادب سے فائدہ زیادہ ہو گا۔

کائنات کی تسبیحات کا سننا

بعض ساتھیوں کے حالات بڑے ہی عجیب ہوتے ہیں مثلاً قاضی صاحب کے حالات بھی ایسے رہے ہیں علیحدگی میں مجھے بتاتے رہتے ہیں اور اب کبھی مجھے نہیں بتاتے کہ آپ ساتھیوں کو بتا دیتے ہیں ۔

فرماتے ہیں عرش معلی سے آگے جا کر میں دیکھتا ہوں تو بعض اوقات زمین پر بسنے والی مخلوقات کی تسبیحات، پتھروں کی تسبیح، ہوا، آگ، پانی، پہاڑ، درخت سب کی بولیاں سنتا ہوں اور یہ کہ یہ کس طرح اللہ کی تسبیحات پڑھ رہے ہیں۔ روح سے اخذ فیض اور اجرائے فیض ذاتی ہے۔

اگر کوئی اللہ کا بندہ ذاتی جواب چاہتا ہے تو صدائے عام ہے طلب اور خلوص لے کر جو آئے وہ خود ممکن اور محال میں تمیز کرے ۔ عملی طور پر کرنے سے ہی حاصل ہوتا ہے ۔

جس کو منازل علیا حاصل کرنے کی ضرورت ہو تو بفضلہ تعالیٰ دروازہ کھلا ہوا ہے آئے اور ہمت کرے۔

سالک کے لئے راہیں کھلی ہیں کہیں انتہا کا نام نہیں

دوران نماز صوفی کی کیفیت یہ ہو

کھڑا ہو تو بیت اللہ کو سامنے پائے ذات باری کے سامنے کھڑا ہو اللہ تعالیٰ نظر تو نہیں آتے لیکن جب کوئی بھی سالک آسمانوں کو چھوڑ کر آگے بڑھتا ہے اس

وقت انوارات کی نہا نہیں ہوتی ہیں

کسرئی سے آگے مکان کوئی نہیں کری نے آسمانوں اور زمینوں کو گھیر لیا ہے عرش معلی سے اوپر کوئی زمانہ نہیں زمانہ زمانیات کے لئے ہوتا ہم چونکہ زمانیات میں سے ہیں سب کائنات زمانیات ہے زمانہ ہمارے لئے ہے ہاں انوار ہیں زمانہ کوئی نہیں ہے جیسے جیسے کوئی آگے بڑھے انوار کی کثرت ہوتی جاتی ہے یہ نہ جانے کن صوفیا کا قول ہے کہ تصوف یہاں تک ختم ہے جس طرح رب کریم کی کوئی انتہا نہیں ایسے ہی اس قرب الٰہی کے راستہ کے بھی انتہا نہیں کسی میں اگر طلب ہے تو اللہ سے دعا مانگے اور نوح کی عمر لے کر آجائے کہیں کوئی منزل یا راستہ ختم ہو تو مجھے بتائے یہ راستہ تو اپنی محنت طاقت اور طلب پر کہ کامل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے دے اور چلتا چلے انتہا کا تو کہیں نام ہی نہیں۔

وظائف کی تلقین

(۱) نفی اثبات لا الہ الا اللہ

(۲) درود شریف بے شک تھوڑا ہو لیکن خلوص کے ساتھ پڑھا جائے

(۳) تلاوت کلام پاک

امام احمد بن حنبل کو خواب میں اللہ کریم کا دیدار نصیب ہوا عرض کی عذاب قبر سے بچنے والا عمل کونسا ہے جو میں کروں جواب ملا تلاوت کلام پاک سمجھ کر یا بغیر سمجھے پڑھیں تب بھی سورہ ملک مغرب سے سونے کے درمیان ایک مرتبہ پڑھ لی جائے استغفار جھاڑو ہے جو گناہوں کے گردو غبار کو صاف کرتا ہے

سوتے وقت (الف)۔ لا الہ الا اللہ دس مرتبہ (اول آخر درود شریف) ب ۔ سبحان اللہ ۱۰ مرتبہ (ج ۔ اخلاص ۳ مرتبہ د ۔ آیتہ الکرسی ۱ مرتبہ)

ذکر اللہ کے اثرات

عبداللہ بن ابی حمزہؒ ایک کامل ولی اللہ گذرے ہیں بخاری کی شرح انہوں نے لکھی اس میں رقم طراز ہیں خلوص سے اللہ کہ ذکر کرنے والے آدمی جو محض اللہ کی محبت کے لئے ذکر کرے اس کو تنگدستی نہیں ہوتی

تلاوت کلام پاک کا فرمایا زیادہ کیا کرو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود پڑھو کلمہ طیبہ کا زیادہ ذکر کیا کرو

استغفار کی ایک تسبیح روزانہ پڑھی جائے

سلسلہ کی فضیلت

سب سے اعلیٰ اور تیز سلسلہ جس میں جلد فیض حاصل ہوتا ہے سلسلہ اویسیہ ہے کیونکہ اس میں روح کا روح سے بلاواسطہ معاملہ ہوتا ہے دوسرے درجہ پر قادریہ سلسلہ ہے نقشبندیہ سنت کے زیادہ پابند ہوتے ہیں میرے پاس جس سلسلے کا بھی آدمی آجائے میں بیعت کر لیتا ہوں اور اس کو فیض شروع ہو جاتا ہے شیخ بخیل نہیں ہوتا کمی خود طالب میں ہوتی ہے

بہاولپور کے نواح کا ایک شخص کافی بزرگوں کے پاس ٹھہرتا رہا قاضی صاحب کہیں ملا تو انہوں نے میرا بتایا میں نے اس کو حلقہ میں شامل کر کے اللہ اللہ کروائی کہنے لگا میرے شیخ نے میرا فیض روکا ہوا ہے میں نے کہا جھلیا (ناسمجھ) شیخ حاسد نہیں ہوتا لیکن تمہیں فیض تو نہیں ہو گا پوچھنے لگا کیوں ؟ تو میں نے سمجھایا تم نامرد ہو جس میں مردانہ قوت نہ ہو اس میں فیض حاصل کرنے کی بھی قوت نہیں ہوتی

خلیج کی جنگ

تمام ساتھیوں سے درخواست ہے کہ خلیج کی جنگ میں اسلام کی فتح اور کفار و یہود کے خاتمہ کے لئے (دعائیں)

خیریت کی دعا

خلیج اور عرب ممالک میں تمام ساتھیوں کی خیریت کے لئے ہمہ وقت دعا کرتے رہے

نعیم ملک

میرا محسن میرا مرشد

۱۹۷۴ء میں جب میرے دوست ہاشم بلوچ مجھ سے ملنے آئے تو ان میں خاصی تبدیلی آ چکی تھی-- چہرے پر سمارٹ سی داڑھی اور سنبھلا ہوا محتاط طرز گفتگو تبدیلی تو میرے اندر بھی آ چکی تھی-- مگر اتنی "خاصی" نہیں تھی-- چھوٹتے ہی کہنے لگے "میں دعا کرتا ہوں کہ میری ملاقات تک تمہاری داڑھی سلامت رہے" میں بڑا محظوظ ہوا- ہاشم بلوچ کے دیرینہ اور ضرورت سے زیادہ قرب کی وجہ سے یہ دعا خاصی مزیدار لگی ان دنوں میں پنڈی میں تھا نیا نیا گرفتار دین ہوا تھا تاہم فری لانسر تھا-- نماز' روزہ چہرے پر ہلکی سی داڑھی اور بس! اسلام کے ساتھ کوئی گہرا تعلق نہ تھا اسلام آباد کے ماڈرن صوفی گروپ قدرت اللہ شہاب مرحوم' اور ---- ممتاز مفتی کے ساتھ دوستی تھی اور زندگی بڑے مزے سے گذر رہی تھی-- ہاشم بلوچ نے اس پر بس نہ کی' فوراً ہی دوسرا بیان داغ دیا کہنے لگے "میرا تعلق اس وقت کے سب سے بڑے ولی اللہ کے ساتھ ہے" میں بے ساختہ ہنس پڑا "چھوڑو یار" میں نے کہا "کسی پیر کے ہاتھ چڑھ گئے ہوں گے-- تم سے پاؤں دبواتا ہو گا' تمہارے پیسے کھاتا ہو گا وہ بھی خوش اور تم بھی خوش" کہنے لگے" نہیں یار وہ میرا پیر نہیں-- میرا شیخ ہے-- استاد ہے روحانی باپ ہے" بس بس' نام جو بھی لو' بات تو وہی ہے نا" میں بولا" یہ سارا institution ہی ایسا ہے" یہ میرا بالکل فطری رد عمل تھا-- ہمارے انگریزی سکولوں کا ایک خاصا ہے-- کہ انسان میں ایک فرضی احساس برتری پیدا کر دیتے ہیں اس میں تیز نگاہی، تیز دماغی اور تیز زبانی اس حد تک در آتی ہے جو کچھ عرصے کے بعد تشکیک' بے ادبی اور بے یقینی کو جنم دیتی ہے-- اس کے بعد خود پسندی کا مضبوط کمبل اسے ہمیشہ کے لیے لپٹ جاتا ہے اور پھر نہ یہ اسے چھوڑتا ہے اور نہ وہ اسے. زندگی بھر دماغ میں یہ خمار چڑھا رہتا ہے کہ

ہم چوں ما دیگرے نیست

ہاشم اور میں نے مغرب اکٹھے ادا کی میں نے پوچھا" اچھا جناب یہ تو بتاؤ کہ تمہارا پیر صاحب، تمہیں کیا بتاتا ہے؟" ہاشم بولے "ہمارے استاد صاحب ہمیں ذکر اللہ کی تعلیم دیتے ہیں" "میں بدک گیا" یار یہ جو نماز پڑھتا ہوں قرآن شریف کی تلاوت کرتا ہوں - یہ ذکر اللہ نہیں ؟ " ہاں یہ بھی اللہ کے ذکر کی قسمیں ہیں مگر جو ذکر قرآن چاہتا ہے-- وہ ان کے علاوہ ہے" "وہ کیا ہے؟" میں نے پوچھا اس پر انہوں نے دو زانو ہو کر آنکھیں بند کر کے زور زور سے ہلنا شروع کر دیا اور سانس کے ذریعے ناک سے عجیب عجیب آوازیں نکالنے لگے میں بالکل آوٹ ہو گیا " استاد یہ طریقہ تمہیں مبارک- یہ کام یاروں سے نہیں ہوتا" دیکھو نا! نام تو اللہ کا ہے تم میرے ساتھ صرف بیٹھے رہو ثواب تو ہو گا نا! "ثواب کے نام پر دل ذرا سا پسیجا وہ لگے رہے میں بیٹھا رہا کبھی کبھار قسم کھانے کو ایک آدھ الٹا سیدھا سانس میں بھی لے لیتا رات کے کھانے کے بعد سو گئے صبح کے شاید تین بجے ہوں گے اور موسم گرما میں نیند کا خصوصی وقت' کہ میرے کمرے میں بھونچال سا آ گیا- شاید بلوچ صاحب دروازہ کھٹکھٹا رہے تھے میں ہڑ بڑا کر باہر آیا "یار خیریت تو ہے؟ کیا ہوا؟" ملک یار اٹھو تہجد پڑھ لو" اس وقت ذہن میں جو خیالات آئے' [illegible] پاس ادب کی وجہ سے ان کا اظہار ممکن نہیں-- خیر اپنا نام تہجد گذاروں میں لکھوانے کو یہ کڑوا گھونٹ بھی پی لیا-- فارغ ہوا تو پوچھا-- یادحشت اب کیا ارادہ ہے؟" بولے " اب دوبارہ ذکر ہو گا" "دیکھو یار بلوچ' تم میرے گھر میں جو کچھ اکیلے میں اپنے ساتھ کرنا چاہتے ہو کر لو-- دھمال ڈالو چھلانگیں مارو جو مرضی آئے کرو'

پر تمہاری آزادی وہاں ختم جہاں سے میری ناک شروع" وہ بضد رہے۔ آخر میں سمجھوتا ہو گیا-- وہ وہی حرکت کرتے رہے میں اس طرح ہمراہ بیٹھا رہا صبح ہوئی انہوں نے اجازت مانگی جو میں نے بخوشی سے بھی زیادہ خوشی کے ساتھ دے دی " ملک کبھی کبھی یہ ذکر کرتے رہنا' انہوں نے الوداعی تلقین کی"

فکرمت کرو - تو سلامت روی و باز آئی

"تو سلامت رہ میں باز آیا" "خدا حافظ" میں بولا وہ چلے گئے' میں بھول گیا البتہ کبھی کبھار دوست کے ساتھ کیا گیا وعدہ نبھانے کو چند لمحے ان کی نقل اتار لیتا--

ایک رات ممتاز مفتی کے ساتھ بیٹھا تھا-- ممتاز مفتی سے مجھے وہی نسبت تھی جو ایک نوجوان کبوتر کو ایک بوڑھے الو سے ہوتی ہے-- ہم دونوں بغیر کسی قدر مشترک کے بڑے گہرے دوست تھے-- کلام بالا ارواح کی بات ہو رہی تھی-- وہ اس کے حق میں تقریر کر رہا تھا اور میں ماننے کے لے قطعاً تیار نہ تھا تنگ آ کر بولا "بھئی تمہارے ماننے نہ ماننے سے کیا ہوتا ہے میرا اپنا ایک بھتیجا امام بری سے باتیں کرتا ہے "جھوٹ' ایک دم جھوٹ' اس رات کی طرح سیاہ جھوٹ" میں نے کہا ذرا دیر کے بعد میں نے کریدا" کرتا کیا ہے؟" وزارت تعلیم میں ریسرچ آفیسر ہے" میں ذرا سا مرعوب ہوا کہاں رہتا ہے؟" قریب ہی" "اچھا"

میں نے کہا "تو مجھے اس کے پاس لے چلو" تھوڑی دیر کے بعد ہم اس کے گھر پہنچ گئے-- میں نے اسے دیکھتے ہی سوال داغ دیا-- "کیا آپ امام بری سے باتیں کرتے ہیں؟" ہاں کرتا ہوں" اس نے کہا "تمہیں کوئی اعتراض ہے؟" نہیں اعتراض تو کوئی خاص نہیں بس ذرا عجیب سا محسوس ہوتا ہے" "میں بولا- "ہوتا ہو گا" اس نے بے نیازی سے شانے اچکائے۔ ایک دو ملاقاتوں میں ہم بڑے اچھے دوست بن گئے--

ایک دن میں نے اسے کہا "مجھے کسی دن امام بری تک refer کر دیں" کہنے لگا "انہوں نے تمہارے متعلق مجھے پہلے سے ہی منع کیا ہوا ہے کہ اسے فی الحال refer نہیں کرنا" میں نے کہا میں پہلے ہی کہتا تھا کہ یہ سارا چکر ہی ہے پھر میں نے اسے بتایا کہ کس طرح میرے ایک پرانے دوست نے مجھے اللہ کے ذکر کی دعوت دی "اگر آپ کا رابطہ واقعی امام بری سے ہے تو ان سے پوچھ دیں" وہ اندر چلا گیا چند منٹوں کے بعد لوٹا تو ہاتھ میں ایک کاغذ کا پرزہ تھا-- جس پر عربی میں کچھ لکھا ہوا تھا-- روزانہ عشاء کے بعد سو مرتبہ پڑھا کرو-- چند ہی دنوں میں راستہ واضح ہو جائیگا - میں نے کاغذ مضبوطی سے پکڑا اور اس کی ہدایت پر عمل شروع کر دیا--

مفتی سے بات ہوئی تو کہنے لگا-- دیکھو پھنسنا نہیں-- یہ لوگ بڑے ڈاڈھے ہوتے ہیں-- نکلنا تو دور کی بات ہے-- پھر تڑپنے بھی نہیں دیتے مجھے دیکھو مدت سے دروازے کے باہر بیٹھا ڈھول بجا رہا ہوں کہ اندر کچھ ہے پر خود اندر نہیں جاتا" ایک روز شہاب مرحوم کے ساتھ اسی موضوع پر بات چل نکلی میں نے کہا "جناب جس طرف مجھے دعوت دی جا رہی ہے وہ صاحب روایتی بزرگ ہوں گے جنہوں نے شاید زندگی بھر گناہ کی لذت نہ چکھی ہو انہیں میرے حالات کا ادراک کس طرح ہو سکتا ہے-- اس کے علاوہ میرے مسائل عقلی نوعیت کے ہیں' جب تک ہم آہنگی نہ ہو معلوم نہیں وہ کیسے حل ہوں گے" شہاب نے کہا " آپ ان لوگوں کو نہیں جانتے' یہ بہت بڑے لوگ ہوتے ہیں-- میری مانیں تو ان کے ساتھ جٹ جائیں" "اچھا" میں نے کہا-- "دیکھیں گے"

چند ہی روز گذرے کہ ایک دوپہر کسی نے بڑے زور سے دروازہ کھٹکھٹایا آنکھیں ملتا اس بیوقت ملاقاتی کی پذیرائی کو نکلا تو سامنے ایک خوبصورت باشرع نوجوان کو پایا اندر لا کر بٹھایا کہنے لگا" میں آپ کے دوست ہاشم بلوچ صاحب کا دوست ہوں-- کچھ دن پہلے ملاقات ہوئی تو انہوں نے آپ کا پتہ دیا اور ہدایت کی کہ میں آپ کو ذکر کی دعوت دوں ہم یہاں چک لالہ کی ایک مسجد میں روزانہ مغرب کی نماز کے بعد ذکر کرتے

ہیں-- آپ بھی تشریف لایا کیجئے " میں نے ایسے ہی حامی بھر لی وہ چلا گیا تو مجھے احساس ہوا-- دل نے ملامت کی کہ اگر جانا نہیں تھا-- تو وعدہ کیوں کیا تھا اب جاؤ ضرور تمہیں وہاں کیا ہونا ہے میں نے موٹر سائیکل پکڑا اور اس سے بھی پہلے اس مسجد میں پہنچ گیا مغرب کے بعد اس نوجوان نے باقی احباب کے ساتھ میرا تعارف کرایا سب نے اظہار خوشی کے طور پر تین تین مرتبہ پسلی شکن معانقہ کیا اس کے بعد محفل ذکر ہوئی سب نے زور دار ذکر کیا-- میں بھی آہستہ آہستہ بتائے ہوئے طریقے کے مطابق' گذارہ کرتا رہا چند روز کے بعد میں نے صاف صاف کہہ دیا "جناب میں بڑا سخت دل انسان ہوں-- یہ آپ کا ذکر میرے اوپر مشکل ہی اثر کرے گا ایک دو نے ہنس کے بات ٹال دی مگر ایک تیز سے نوجوان سے نہ رہا گیا کہنے لگا-- جناب آپ کس کھیت کی مولی ہیں یہاں بڑے بڑے سیدھے ہو گئے ہیں آپ کی کیا حیثیت ہے؟ میں نے کہا "میں بڑا تو نہیں' پر مانوں گا تب جب سیدھا ہوں گا-- مجھے اپنے متعلق یہ خوش فہمی ہے کہ میں بغیر کسی خاص خوش فہمی کے اس جماعت میں شامل ہوا اور میں نے کسی بھی بات کو اس وقت تک نہیں مانا جب تک اس بات نے زبردستی اپنے آپ کو مجھ سے منوانہ لیا تقریباً ایک ماہ کے بعد ان احباب نے مجھے کہا "ہمارے حضرت اس ہفتے کو چکوال تشریف لا رہے ہیں ہم ملنے جائیں گے کیا آپ بھی چل سکیں گے؟ بہت فائدہ ہو گا میں نے یہ دیکھنے کے لیے کہ یہ بہت فائدہ کیا ہوتا ہے-- ان کے ہمراہ چکوال کا پروگرام بنالیا--

۱۳ ستمبر کو شام کے وقت چکوال پہنچے ایک مسجد میں قیام رہا-- رات کے وقت ہاشم بلوچ اپنے چند احباب کے ساتھ تشریف لائے سب کے ایک ہاتھ میں بیگ دوسرے میں جوتے اور سر پر کالی جناح کیپ ایک دم با جماعت ! معلوم ہوا کہ حضرت کے گھر کچھ تکلیف ہو گئی تھی جس کی وجہ سے وہ تشریف نہیں لا سکے خاصی مایوسی ہوئی-- دوسری صبح ہاشم اور ان کے احباب نے پروگرام بنایا کہ حضرت کے گھر چلا جائے-- عبادت بھی کر آئیں گے اور ملاقات بھی مجھ سے پوچھا تو میں بھی رضا مند ہو گیا چکوال سے ایک ٹیکسی کرائے پر لی اور تلہ گنگ سے ہوتے ہوئے میانوالی چل پڑے-- میانوالی سے ۲۵ میل پہلے بن حافظ جی چوک سے دائیں طرف چکڑالہ کے لیے مڑ گئے وہیں اس چوک پر دن کا کھانا کھایا اور تقریباً نصف النہار کو منزل مقصود پر پہنچے گاؤں کی کچی پکی گلیوں سے گذر کر ایک کچی حویلی کے سامنے رک گئے " یہ حضرت کا مکان ہے" کسی نے کہا اور میرے تصورات کا محل زمین بوس ہو گیا نہ کوئی اچھی عمارت' نہ کوئی لنگر نہ مریدوں کی فوج ظفر موج یہ کیسے پیر صاحب کا گھر ہے دستک دی ایک ننھی بچی باہر آئی-- اسے کہا حضرت کو اطلاع کر دو ساتھی آئے ہیں- چند لمحوں کے بعد ایک اور صاحب باہر آئے میں نے سوچا اب انہیں بھی وہی پیغام دیں گے میں نے دیکھا کہ تمام احباب ان صاحب کو بڑی عقیدت ادب اور احترام سے مل رہے ہیں میرے ذہن میں ایک بجلی سی کوند گئی خدایا یہ ان کے پیر ہیں؟ یہ شخص پیر نہیں ہو سکتا اس میں تو پیروں والی ایک بھی بات نہیں تب مجھے ہاشم بلوچ کی بات یاد آئی وہ میرا پیر نہیں میرا شیخ ہے میرا استاد ہے میرا روحانی باپ ہے"

میرے سامنے ایک انسان کھڑا تھا جس نے تہمد باندھا ہوا تھا گلے میں کرتہ لٹکا رکھا تھا سر پر بڑا سا رومال ڈالا ہوا تھا- میانہ قد مگر وہ ہم سب سے قد آور معلوم ہوتا تھا-- گندمی رنگ مگر ہم سب سے زیادہ وجیہ لگتا تھا سفید ریش اور تیز چمکدار آنکھوں میں ہلکے ہلکے سرخ ڈورے وہ بے حد شفقت اور شان کے ساتھ سب سے مل رہا تھا وہ ہمارے درمیان ہوتے ہوئے بھی ہم سب سے الگ تھا-- مجھے ایسا لگا جیسے پورا ماحول اس کی شخصیت کی عظمت اور وقار سے resonate کر رہا ہو میں نے ایسا انسان آج تک نہیں دیکھا میں نے خود سے کہا میں تقریباً آخر میں کھڑا تھا میری باری آئی تو میرا تعارف کرایا گیا اس نے میری طرف نگاہ ڈالی-- محبت اور شفقت کی ایک پھوار میرے دل و جان کو بھگو گئی-- اس نے اپنے بازو وا کئے اور

میں ان میں سمو گیا اس نے ایک ہاتھ میرے دل پر رکھا اور دوسرے سے میری پشت پر تھپکی دی گویا اپنائیت کی لازوال مہراس نے میرے سینے اور میرے شانے پر ثبت کر دی پھر دونوں ہاتھوں سے میرے ساتھ مصافحہ کیا جب میں نے اس کا ہاتھ تھاما تو لاشعوری طور پر میں اسے ہمیشہ تھامے رکھنے کا عہد کر چکا تھا--

اس لمحے وہ میرے دل کے کھلے دریچوں سے اندر آ گیا اپنے پیچھے وہ کواڑ ہمیشہ کے لیے بند کرتا ہوا۔ مجھے معلوم تھا کہ اب وہ میرے لیے صرف ایک انسان "نہیں رہا اب وہ میرا شیخ تھا میرا استاد تھا' میرا روحانی باپ تھا۔ حضرت شیخ المکرمؒ ہمیں ساتھ والے کمرے میں لے گئے ہمارے ساتھ مل کر چارپائیاں سیدھی کیں اور ان پر بستر لگائے چھوٹی بچی روح افزا لے آئی میں نے محسوس کیا کہ تمام اصحاب خاموش بیٹھے حضرت المکرمؒ کے ارشادات بغور سن رہے ہیں میں بھی چپ بیٹھا رہا حضرت المکرمؒ نے دو بہت دلنشین باتیں ارشاد فرمائیں۔فرمایا--

"اصل کمال یہ ہے کہ کوئی شخص ظاہری اور باطنی طور پر اپنے نبی کے کتنا قریب ہے میری زندگی پر کوئی انگلی رکھ کر بتاؤ کہ میرا فلاں کام خلاف شریعت ہے"

یہ بات میرے دل میں کھپ گئی میں نے سوچا اتنا بڑا دعویٰ صرف وہی آدمی کر سکتا ہے جسے اس کی صداقت کا کامل یقین ہو پھر فرمایا تم اپنی زندگی کے پچیس تیس سال خرچ کر چکے ہو خود کو اچھی طرح پہچانتے ہو دو تین ماہ میرے کہے پر عمل کرو اگر خود محسوس کرو کہ نیکیاں زیادہ اور برائیاں کم ہو گئی ہیں تو جاری رکھنا لیکن اگر معاملہ الٹ ہو جائے تو بیشک چھوڑ دینا جہاں تیس سال ضائع ہو گئے ہیں تین ماہ اور سہی" میں نے دل میں کہا یہ بڑی مردوں والی بات ہے اور بڑا کھرا سودا ہے تین ماہ واقعی کچھ نہیں ہوتے--

پنڈی واپسی پر میں نے پوری باقاعدگی سے ذکر شروع کر دیا شاید ایک ماہ سے بھی کم عرصہ گذرا کہ میرے ساتھ ایک عجیب سی بات ہوئی میری ایک برائی میرے لاشعور سے ابھری اور میری نگاہوں کے سامنے فضا میں تحریر سی ہو گئی میں نے اسے جھٹک دیا بات نہ بنی پھر میں نے دلائل کا سہارا لیا بات پھر بھی نہ بنی آخر میں سمجھوتا کرنے کی کوشش کی مگر ہار گیا یہ واقعہ میرے ساتھ کئی دفعہ ہوا-- ہر بار میں نے شعوری طور پر اس عمل کو روکنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا میرے خیال میں یہ حضرت المکرمؒ کی عظمت کی دلیل ہے کہ ایک حد درجہ گنہگار انسان کا تزکیہ اس کے نہ چاہنے کے باوجود شروع ہو جائے جیسے جیسے وقت گذرتا گیا اور حضرت المکرمؒ سے تعلق مضبوط ہوتا گیا تو ان کی عظیم الشان شخصیت کے بہت روشن رخ سامنے آئے-- آپ کے علمی پایہ کے متعلق تو صرف عالم حضرات ہی کچھ کہنے کی جسارت کر سکتے ہیں میں نے البتہ یہ ضرور دیکھا کہ جب کوئی عالم دین تشریف لائے تو پہلی ملاقات میں حضرت المکرمؒ کے سامنے بالکل بے تکلفی سے بیٹھے اور اس سے بھی زیادہ بے تکلف انداز میں گفتگو شروع کی ذرا سی دیر میں وہ بے تکلفی آداب کا روپ دھار گئی اور جب رخصت ہونے لگے تو کمال ادب سے حضرت المکرمؒ کا ہاتھ تھام کر درخواست کی کہ "حضرت! مجھے بھی براہ کرم اپنے حلقہ ارادت میں شامل فرما لیجئے اسی طرح حضرت المکرمؒ کے روحانی کمالات و تصرفات کے متعلق کوئی صاحب دل' صاحب بصیرت حضرات ہی بحث فرمائیں گے-- میں تو صرف اس قدر جانتا ہوں کہ جو ہستی میرے جیسے غرق عصیاں' تبع نفس اور گستاخ انسان کو باوجود میری تمام تر کوتاہیوں کے اٹھا کر دربار نبویؐ علی صاحبہا الصلوۃ السلام میں پیش کر سکتی ہے میں اس کی عظمت کا اعتراف تو کر سکتا ہوں ادراک نہیں--

۱۹۷۵ء میں اپنے ایک دوست کو اس مبارک حلقے کی طرف دعوت دیتے ہوئے جب میں نے کہا میرا تعلق اس وقت کے سب سے بڑے ولی اللہ کے ساتھ ہے" تو وہ ہنس پڑا اور میں آبدیدہ ہو گیا--

یوں تو حضرت المکرمؒ کی شخصیت کا ہر پہلو درخشاں و تاباں ہے پر جس وصف نے مجھ سے بے لگام شخص کو باندھ کر رکھ دیا وہ آپ کی بیکراں شفقت تھی-- اپنے ہر روحانی بیٹے کے ساتھ ایک خاص ذاتی

تعلق تھا جس کے اظہار کا انداز ہمیشہ مختلف ہوا کرتا تھا-- میری زندگی میں میرے والدین کے علاوہ پہلی بار مجھے ایک ہستی ملی جو مجھ سے صرف میرے لیے پیار کرتی تھی-- ایک خود غرض دنیا دار کے لیے یہ بڑا انوکھا تجربہ ہوتا ہے کہ کوئی اس سے بے لوث بے غرض محبت کرے-- اس سے کبھی کچھ نہ مانگے-- مگر اپنا سب کچھ ہر آن اس کو دینے کو تیار ہو حضرت المکرمؒ کی اس شفقت کی بازگشت مجھ سے "نیم گرم نیم مخلص خام صوفی کو بھی آپ کی ملاقات کے لیے بے قرار رکھتی ہے جب بھی ملاقات ہوئی تو اپنے سر پر گناہوں کا بھی گٹھڑا تھا کرلے گیا مگر انہوں نے کبھی باز پرس نہ کی کبھی نفرت نہیں کی کبھی دور نہیں بٹھایا بلکہ ہمیشہ اپنے قریب جگہ دی اپنے سینے کے اجالے اور اپنی شفقت کی شبنم سے میری کالک دھو ڈالی جب میں واپس آیا تو خود کو اس قدر ہلکا پھلکا محسوس کیا کہ اگلی بار اس سے بھی بھاری بوجھ لے کر جاموجود ہوا بسا اوقات ایسا ہوا کہ احباب کی غلطیاں بھی ان کے لیے مسرتوں کی پیامبر بن گئیں دارالعرفان ابھی زیر تعمیر تھا حضرت المکرمؒ ایک شام قبل از مغرب چند احباب کے ساتھ تشریف فرما تھے ارشاد ہوا" ساتھی کافی ہوتے ہیں دوران ذکر میری آواز سب تک نہیں پہنچتی اگر کوئی ساتھی لطائف زور سے پکار دیا کرے تو بڑا اچھا ہو" مجھ سا احمق اپنے نفس کے جال میں فوراً پھنس گیا میں نے سوچا یہ مبارک کام سرانجام دینے کو مجھ سے موزوں تر شخص اور کون ہو سکتا ہے-- ذکر شروع ہوا-- احباب پہلا لطیفہ کرنے لگے-- حضرت المکرمؒ نے فرمایا دوسرا لطیفہ" تو میں نے بھی زور سے بھی آواز لگائی-- اس کے بعد حضرت المکرم نے لطیفہ تبدیل کرایا تو میں نے زور سے کہا "تیسرا لطیفہ" جب میں نے "چوتھا لطیفہ" کہا تو حضرت المکرم نے فرمایا "خاموش-کون ہے؟ چپ ہو جاؤ" میری تو جان نکل گئی اس قدر Direct جھاڑ سے تو کچھ بھی باقی نہیں رہتا-- چند لمحے چپ چاپ سن بیٹھا رہا کیا معلوم اب لطائف کرنے کا کچھ فائدہ بھی ہو گا یا نہیں بہر حال آہستہ آہستہ ذکر جاری رکھا ذکر ختم ہو گیا مجھے اور تو کچھ نہ

چونکہ میری آواز پہچانتے تھے اس لیے تمام واقعہ سمجھ چکے تھے-- دیکھ کر ہنسنے لگے اور کہا "یہ تو پھر ہو گا" میں نے کہا "جناب میری جان پر بنی ہے اور آپ ہنستے ہیں" براہ مہربانی حضرت المکرمؒ کے پاس چلیں اور سفارش کریں "جب ہم حضرت المکرمؒ کے کمرے میں گئے تو حضرت المکرم شب خوابی کے لئے تہمند زیب تن کر چکے تھے کرتہ ابھی تک نہیں پہنا تھا" چارپائی پر تشریف فرما تھے اور بڑے خوشگوار موڈ میں تھے "جناب کرنل صاحب حضرت المکرمؒ کے دائیں گھٹنے کے ساتھ بیٹھ گئے اور میں بائیں سے لگ کر بیٹھ گیا" جناب کرنل صاحب نے میرا نام لے کر گفتگو کا آغاز کیا" حضرت یہ .... حضرت المکرمؒ نے فوراً بات کاٹی "مجھے فرمایا" تم تو ابھی رہو گے نا ؟" میں تقریباً روہانسا ہو چکا تھا" میں نے عرض کیا" جی انشاء اللہ اجتماع کے آخر تک رہوں گا حضرت خوش ہو گئے " جناب کرنل صاحب نے میرا نام لے کر دوبارہ کوشش کی" حضرت یہ---------------" حضرت المکرمؒ نے فوراً فرمایا "مجھے پتہ ہے یہ ابھی رہے گا" اس وقت میرا دل چاہا کہ میں چیخ چیخ کر رونا شروع کر دوں-- خدایا حضرت المکرمؒ وہ بات کیوں بھول گئے ہیں؟ اس دفعہ جناب کرنل صاحب نے بلا تمہید ایک ہی سانس میں سب کچھ کہہ دیا "حضرت وہ جو ساتھی ذکر میں لطائف زور سے پکار رہا تھا' یہی تھا " حضرت المکرمؒ نے میری طرف دیکھا اور تعجب سے پوچھا "ہالا' وت تو تسیں (اچھا' وہ تم تھے)؟"

مجھے برداشت نہ ہو سکا اور میں نے باقاعدہ رونا شروع کر دیا حضرت المکرمؒ نے مجھے سمجھانا شروع کیا "دیکھو نا جب میں لطائف پکارتا ہوں یا دوران ذکر اشعار پڑھتا ہوں تو ان میں بھی توجہ ہوتی ہے-----------" لیکن جب دیکھا میری ریں ریں ختم ہی نہیں ہو رہی تو سمجھانا چھوڑ کر منانا شروع کر دیا "وت میں تیرا پیو نئیں (کیا میں تمہارا والد نہیں)؟ والدین کا یہ حق نہیں ہوتا کہ اولاد کو سمجھائیں؟" اس وقت صورت حال یہ تھی کہ میں رو رہا تھا-- حضرت المکرمؒ مجھے منا رہے تھے اور کرنل صاحب

مسکرا رہے تھے-- آخر میں حضرت الکرمؒ نے پیار کرنا شروع کیا "تو تو میرے خاص بیٹوں میں سے ہے" پھر حضرت نے سر پر ہاتھ پھیرا-- گلے لگایا-- پشت پر تھپکی دی تو تب میں چپ ہوا کمرے سے باہر نکل کر میں نے جناب کرنل صاحب سے کہا-- ایسی جھاڑ اگر روزانہ بھی مل جائے تو کوئی حرج نہیں--

• حضرت الکرمؒ ہر ایک ساتھی سے کمال شفقت کے ساتھ ملاقات فرماتے-- ہم حیران ہوتے کہ حضرت الکرمؒ ہر ساتھی کا نام کس طرح یاد رکھتے ہیں نہ صرف احباب کے نام یاد تھے• بلکہ ہر ایک کے گھریلو حالات سے بھی واقفیت تھی-- وقت ہوتا تو فرداً فرداً ہر ساتھی سے اس کی اور اس کے اہل خانہ کی خیریت دریافت فرماتے احباب کی خیریت کے متعلق متفکر رہتے اگر کوئی ساتھی کچھ عرصہ تک ملاقات کے لیے حاضر نہ ہو سکتا تو اس کے متعلق استفسار فرماتے-- احباب کی تکالیف کا سن کر پریشان ہو جاتے-- میں نے فروری ۱۹۸۳ء میں حضرت الکرمؒ کی اجازت سے گردہ کا آپریشن کرایا-- تقریباً ایک ڈیڑھ ماہ بعد جناب فضل کریم بٹ صاحب کی رفاقت میں ایک رات دیر سے چکڑالہ پہنچا حضرت الکرمؒ نے اندرون خانہ اپنے خاص کمرے میں طلب فرمالیا ہم سلام کر کے' مصافحہ کرنے کے بعد خاموشی سے بیٹھ گئے چونکہ رات کا وقت تھا-- روشنی بھی کم تھی-- اس لیے حضرت الکرمؒ نے مجھے نہیں پہچانا-- تھوڑی دیر کے بعد میرا نام لے کر فرمایا "اس نے آپریشن کرایا تھا-- اب اس کا کیا حال ہے؟" جب یہ علم ہوا کہ میں آپ کے سامنے حاضر ہوں تو بہت خوشی کا اظہار فرمایا-- دوبارہ گلے لگایا اور پیار فرمایا شفقت کا یہ اظہار صرف میرے لیے مخصوص نہ تھا بلکہ تمام احباب اس میں برابر کے شریک تھے-- کئی مرتبہ ارشاد فرمایا "تم میری روحانی اولاد ہو مجھے میری حقیقی اولاد سے کہیں زیادہ عزیز ہو حضرت الکرمؒ کی اس بیکراں شفقت نے حصول فیض کی بنیادی اقدار کو بدل دیا-- ہم جب بھی جاتے مریدی کی بجائے مہمان بن کر رہتے' کھانا اور بستر ہمیشہ حضرت الکرمؒ کے گھر سے آتا-- ہمارے آرام کا حتی المقدور خیال رکھا جاتا- اور اس کے ساتھ ساتھ

حضرت الکرمؒ اپنی خصوصی توجہات سے ہمارے سینوں کو منور فرماتے-- احباب سے عجیب قسم کا تعلق تھا- خود کتنے ہی بیمار ہوتے' جب بھی کوئی ساتھی ملاقات کے لیے آتا تو اپنی بیماری بھول جاتے اور اس کے ساتھ گفتگو فرماتے میں جنوری ۱۹۸۴ء میں پنڈی سے تبدیل ہو کر حیدر آباد جا رہا تھا ۸ جنوری کو رات کے وقت بچوں کے ہمراہ حضرت الکرمؒ کے دولت کدہ پر حاضر ہوا صبح کی نماز کے بعد اندر اپنے کمرے میں طلب فرمایا طبیعت ناساز تھی-- زبان پر چھالے پڑے ہوئے تھے-- بولنا مشکل تھا-- پر تھوڑی ہی دیر بعد افاقہ محسوس کیا اور بڑی بسط سے گفتگو فرمائی اور کافی دیر ساتھ بٹھائے رکھا پھر بڑی محبت اور شفقت سے الوداع فرمایا-- ہمیشہ کے لیے صرف چالیس دن بعد میں واپس آیا انہیں سفر آخرت پر وداع کرنے کو!

الفت کے اس لازوال رشتے کو موت منقطع نہیں کرتی-- فراق کی کیفیت آتش شوق کو مزید بھڑکاتی ہے-- وہ برزخ کی ابدی راحت میں ہے اور میرے دل میں اس کی چاہت کے دھیمے دھیمے چراغ جلتے ہیں-- یہی روشنی میری قندیل حیات ہے مجھے یقین ہے کہ میں اب بھی جب اس کے پاس جاتا ہوں تو وہ اپنی شفقت کے بازو میرے لیے واکرتا ہو گا اسی طرح پیار کرتا ہو گا اگرچہ میں دیکھ نہیں سکتا لیکن اس دنیا میں کون ہے جو محبت کی ٹھنڈک محسوس نہ کر سکے-- اس کی شفقت اگر الفاظ کا روپ دھارتی ہو گی تو وہ مجھ سے پوچھتا ہو گا "ہالاوت تو سیں؟" یہ کمال میرا نہیں ' یہ اس کی عظمت کا کمال ہے کہ اسے اپنے رشتوں کا اس قدر پاس ہے اس کا یہ احسان کچھ کم ہے-- کہ جاتے جاتے مجھے اپنے ایسے بیٹے کے حوالے کر گیا جس نے مجھے یتیمی کا احساس تک نہیں ہونے دیا جس کے دست شفقت میں وہی روشنی ہے' وہی گرمی ہے-- وہی خوشبو ہے--

اس نے مجھے مجھ سے زیادہ چاہا-- اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر راہ الفت پر چلنا سکھایا اس نے اپنی نسبت کی دولت عظیم مجھے عطا کی-- وہ میرا محسن تھا-- وہ میرا مرشد تھا

میرا محسن------ میرا مرشد

قیدی کی رہائی

امان شاہ

زمانے کے شب و روز اور حوادث زمانہ ہر انسان پر کسی نہ کسی طور ضرور اثر انداز ہوتا ہے۔ بسا اوقات تو انسان کو علم ہی نہیں ہو پاتا کہ وہ کس دھارے پہ بہا رہا ہے اور کبھی کبھار اس کو بخوبی علم ہوتا ہے کہ وہ ساحل کی طرف جا رہا ہے یا منجدھار کی جانب ایسے ہی حال سے راقم بھی کوئی 25-30 برس قبل اپنے آپ کو ایک سید زادہ اور سجادہ نشین ہونے کے ناطے پختہ یقین کیے ہوئے تھا کہ جی ہماری طرف سے تو نمازیں اور دیگر عبادات جدا مجد کر گذرے ہیں لہٰذا ہمیں ان کی چنداں ضرورت نہیں گدی کی کمائی بلا تمیز حلال و حرام اپنا استحقاق تھی بلکہ سید کہلاتے ہوئے بھی تمام زکواۃ اور صدقات اپنے لیے جائز تصور ہوتا تھا۔ جب خوراک اتنی پاک صاف اور حلال و جائز ہو گی تو لا محالہ اعمال بھی ویسے ہی ہوں گے!۔

بقول حضرت شیخ سعدیؒ بندہ اگر نیکوں کی سنگت اختیار کرے نیک نہ بھی ہو جائے تو سوچ ضرور نیک ہو جاتی ہے بس بندہ کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ماجرہ پیش آیا۔ رات کے آخری پہر کی چند گھڑیاں نصیب ہوئیں جب دنیا مزے کی نیند سو رہی ہے اور مالک نے اس روسیاہ کو اپنی حاضری میں جگایا ہوا ہے آنکھوں سے ایک جھڑی جاری ہے کہ رکنے کا نام نہیں لے رہی ۔ دل ایسی ایسی آرزوئیں جنم لے رہا ہے گویا ابھی پھٹ جائے گا اور یوں وہ رات تو بیت گئی مگر اس خاکسار کو ایک عجیب سوچ دے گئی وقت کے دھارے نے پلٹا کھایا اور بندہ ایک کافر مملکت میں قیدی کی زندگی گذارنے پر مجبور ہو گیا ۔ اتنے میں ایک روز ایک نیک شخص کی معیت نصیب ہو گئی دن گذرتے گئے قیدی کی صعوبتیں دنیا کی آنکھوں میں گھٹا ٹوپ اندھیرے ڈالنے لگی مگر اس قید میں دیگر چند نیک قیدیوں ان کی معیت نے وہ رنگ جو جائز و ناجائز ، حلال و حرام خوراک سے بنا تھا ایسے رنگ میں تبدیل کر دیا کہ جس کی خوشبو کے لیے حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ نے کچھ عرصہ اپنے قریب رہنے کی درخواست کی ۔ یہ تب کی بات ہے جب ان نیکو کاروں میں سے ایک کو ان کے استاذی المکرم ہادی و مرشد جناب اللہ یار خاں صاحبؒ کا ایک شفقت نامہ موصول ہوا جس میں حضرت جیؒ نے فرمایا تھا " میں نے خواجہ اجمیریؒ سے آپ لوگوں کی بابت بات کی تو حضرت اجمیریؒ فرمانے لگے " مدتوں بعد ایسے مرد اس زمین کو نصیب ہوئے ہیں آپ کے پاس تو آہی جائیں گے کچھ عرصہ ان کو ہمارے قریب بھی رہنے دیں"

کچھ عرصہ گذرا چند احباب ایک جگہ بیٹھے تھے کہ ایک ساتھی کہنے لگا مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے زمین رو رہی ہے۔ ہم سب سمجھے کہ شاید اب قید سے آزادی کا نعرہ سنائی دینے والا ہے رات گذری تو صبح معلوم ہوا کہ ہم تمام کو اس چار دیواری (cage) سے تبدیل (Shift) کر کے کہیں اور لے جایا جا رہا ہے آنکھوں کے آگے اس حدیث شریف کا مفہوم گھوم گیا جب زمین کا ایک حصہ دوسرے سے پوچھتا ہے کیا " تمہارے اوپر کوئی اللہ اللہ کرنے والا گذرا ہے" ------ کچھ مزید دن گذرے کہ ایک ساتھی اپنے بھائی کا خط لا کر سنانے لگے جو مردان سے لکھا گیا تھا اور اس میں اس ساتھی سے اپنی ایک بات کی تصدیق چاہی تھی جو اس کے بھائی نے من و عن تصدیق کر دی یعنی یہ پوچھا گیا تھا کہ کیا حضرت مولانا اللہ یار خان صاحبؒ کے جسم کے ایک جانب کے بال مکمل سفید ہیں اور دوسری جانب عمر کے حساب سے سفید و سیاہ ؟ یہ بات اس ساتھی نے ہزاروں میل دور بیٹھ کر قلبی نگاہ سے مشاہدہ کی تھی۔

جب ایسے کئی واقعات و حالات گذرنے لگے تو

بندہ کو اپنے آپ کو پیر زادہ اور سجادہ نشین سمجھنا باعث شرم محسوس ہونے لگا اور استاذی المکرم حضرت جی" کو ایک عریضہ ارسال کر ہی دیا جس میں مختصراً کچھ ایسے ہی جذبات تھے کہ "حضرت میں تو اپنے آپ کو بڑا کامل سمجھا بیٹھا تھا مگر اب اصل حالت معلوم ہوئے کہ دین کیا ہے۔ اسلام کیا ہے۔ شریعت کیا ہے طریقت کیا ہے اگر ان نیکوں کاروں کی سنگت حاصل نہ ہوتی تو شاید میں بھی نہ جانے کس کتے کی موت مرا ہوا ہوتا ------" اس پر حضرت جی" کا ایسا شفقت نامہ موصول ہوا کہ باد نسیم کی طرح زندگی کو ایک نئی جان بخش گیا۔ اور ساتھ ہی ساتھ ملنے اور مشاہدہ کی وہ تڑپ پیدا کر گیا کہ ہر لحہ وہی طلب اور تڑپ بڑھتی ہی گئی اور بالا آخر وہ دن آ گیا۔

گرمیوں کی تپتی دوپہر کے قریب یہ قیدی چند سنگیوں (ساتھیوں) کی معیت میں بن حافظ (ایک مقام) پہنچا اور چکڑالہ جانے کی سواری کا منتظر تھا۔ کہ ایک تانگہ آیا اور پوچھنے لگا کہ چکڑالہ جاؤ گے؟" اس کا یہ سوال ایسے لگا کہ جیسے کسی پیاس کی شدت سے تڑپنے والی کونپل کو موسلہ دھار بارش نے آ گھیرا ہو۔ ہم اس میں سوار ہو گئے۔ بس کیا سماں تھا۔ سات میل کا راستہ ختم ہونے کا نام نہ لیتا تھا۔ ارد گرد کا نظارہ کیا تو سرزمین عرب کا وہ دور آنکھوں میں گھومنے لگا جب لوگ اونٹ بکریاں پالا کرتے تھے کہیں کہیں دور کوئی ایک درخت نظر آتا باقی ریتلی زمین اور بنجر کہیں کہیں بھیڑ بکریاں تپتی دھوپ میں اپنا رزق تلاش کر رہی تھیں گھوڑے کی ٹاپ کا ہر قدم اللہ ہو کی گویا ضرب لگا رہا تھا انہی تصورات میں سفر بیتا اور ایک جگہ، تانگے والے نے اتار دیا۔ خیر ہم اپنی منزل کی جانب کیا چلے کہ آنکھوں کے راستے دل کی آہ و زاریاں اور اپنے ماضی کی سیاہ کاریاں دماغ سے ایک ایک کر کے بہنے لگیں۔ قدم بوجھل ہو گئے کہ قیدی کہاں بھاگے جا رہا ہے کیا تو اس قابل بھی ہے پہلے اپنے آپ کو تو دیکھو! جو ہستی اس شدت سے توجہ دے کہ ہزاروں میل دور طالبوں کی قلوب میں وہ نورانیت بھر دے کہ ان کو سفید و سیاہ بال تک میں تمیز ہو جائے اور تو ہے کہ اپنے سامنے پڑا حلال و حرام پاک و ناپاک میں پہچان سے عاری ہے کدھر جا رہا ہے کس ہستی سے ملنے جا رہا ہے جس ہستی کی مداح حضرت اجمیری" جیسی ہستیاں ہیں تو اس ہستی کے سامنے اپنی ان سیاہ کاریوں کا پنڈ (گٹھا) لے کر جا رہا ہے۔ زبان پر استغفار جاری تھا۔ ہم تنگ تنگ سی گلیوں سے گذرتے ہوئے بالا آخر ایک کچی سی مسجد میں داخل ہو گئے۔ اس مسجد کی ساخت تو نہایت سادہ فرش پر مٹی اور ریت چھت پر لکڑی جو دھوئیں سے شاید سیاہ ہو چکی تھی مگر اس سادگی نے فوراً صدیوں کا محیط فاصلہ یک لخت پار کر دیا کہ وہ لوگ بھی تو شاید ایسی ہی مسجدوں میں آتے ہوں گے۔ ایک طرف مٹی کے لوٹے پڑے تھے۔ وضو کیا۔ ابھی فارغ ہی ہوئے تھے کہ ایک شخص سفید ریش سر پر ایک رومال باندھے بدن پر ایک ململ کا کرتہ اور چادر تہمند کے طور پر پہنے داخل ہوئے۔ لوٹا اٹھایا۔ لوٹا بھرا لوٹا لا کر جائے وضو پر رکھا۔ جوتے جو اس علاقے کے مطابق نہایت سادہ تھے اتارے

اور آ کر بیٹھ کر جب وہ وضو کر رہے تھے تو میری نگاہ ایک بار اس شخص کی آنکھوں پر پڑی تو دل ایک عجیب ہی سرسراہٹ میں مستغرق ہو گیا۔ گو سنا تو تھا کہ حضرت جی" نہایت سادہ لوح ہیں مگر اس قدر پھر بھی تصور نہ کر پایا تھا کہ کوئی خادم بھی نہ ہو گا یا کوئی شاگرد جو آپ کے دائیں بائیں بیٹھے تھے اسی سرسراہٹ میں مولانا جامی" کا بیٹے کو نصیحت نامہ یاد آ گیا۔

چنیں یابی کہ یار او شو
اسیر حلقہ فتراک او شو

وہ شخص ایک انداز سے اٹھا ---- نماز پڑھائی جب نماز سے فراغت ہوئی تو وہیں بیٹھے بیٹھے ملاقات کے لئے منوں من بھاری جسم اٹھایا اور ان کے ہاتھوں میں ایسے جا گرا جیسے کوئی بچہ کسی شے سے خوف زدہ ہو کر اپنے باپ کی گود میں جا چھپتا ہے بس حضرت جی" نے تھپکی دی اور فرمایا بیٹا مجھے علم تھا کہ ہندوستان کی اس قید میں بڑے بڑے ہیرے موتی پڑے ہیں ---- اور یوں انتہائی سادہ زبان میں طریقت کے

بارے میں ہدایات دینے لگے۔

طریقت بجز خدمت خلق نیست
بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

حضرتؒ۔ فجر کی نماز میں اکثر سورہ کہف میں حضرت موسیٰ علیہ کی بابت آیات تلاوت فرماتے نہایت سادہ قرات ہوتی مگر حضرت جیؒ خود بھی روتے تھے اور مقتدیوں کی حالت میں بھی رقت ہوتی تھی۔

ایک بار عصر کی نماز سے فارغ ہوئے تو ایک ساتھی کو حضرت جیؒ نے فرمایا "قاضی جی ذرا آگے آؤ"۔ قاضی جی آگے آئے تو فرمایا" ذرا دیکھو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہاں بیٹھے ہیں اس مقام کا نام کیا ہے؟" قاضی جی نے فرمایا "سبحان اللہ! کیا گورے گورے گال ہیں سنہری بال ہیں۔ خوبصورت چہرہ ہے۔ حضرتؒ

یہ تو مقام روحیت ہے" اس پر حضرت جیؒ ہماری طرف دیکھ کر مسکرائے کہ "ٹھیک پہچانا ہے دراصل اس کا تذکرہ میں (حضرت جیؒ) کتاب دلائل والسلوک میں کرنا بھول گیا تھا کہ ۱۹۷۴ء کی بات ہے"

مسجد سے فارغ ہوتے تو حضرت جیؒ فرماتے چلو حجرہ کی طرف چلیں۔ انتہائی پرانے زمانے کی تعمیر تھی۔ چھت پر چٹائی جگہ جگہ سے پھٹی ہوئی تھی چوہے وغیرہ دوڑتے رہتے تھے۔ زمین پر جنگلی گھاس پڑی ہوتی تھی۔ ایسے میں حضرت جیؒ سے مسائل پر بات چیت ایک عجیب ہی سماں دیتی تھی کہ یہ کیا قدرت کاملہ کا تحفہ ہے کہ اس ویرانے میں ان جاہل لوگوں میں اللہ تعالیٰ نے وہ ہستی لا کھڑی کی جو بقول حضرت امام غزالیؒ کہ میں نے بڑا وقت لگایا کہ خدا نے جو فرمایا کہ کراماً کاتبین یعلمون ما تفعلون دو فرشتے کراماً کاتبین بیٹھے ہیں جو وہ سب کچھ قلمبند کر دیتے ہیں جو ہم کرتے ہیں تو مجھے وہ کیوں نظر نہیں آتے یا حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے تھے "جب میں وضو کرتا ہوں مجھے گناہ کبیرہ و صغیرہ ڈھلتے ہوئے نظر آتے ہیں" مگر مجھے (امام غزالی) تو پانی نظر آتا ہے۔ فلسفہ کو ایک طویل عرصہ تک پڑھا منطق کا علم حاصل کیا دہریہ کو کھنگالا الغرض سارے علوم میں خاصا وقت لگایا مگر یہ عقیدہ حل نہ ہو سکا بالا آخر صوفیا کے گروہ کے ساتھ جب بیٹھا تو اللہ تعالیٰ نے وہ آنکھ عطا فرمائی کہ سورج سے زیادہ تیز دیکھتی ہے صرف خیال کرتا ہوں حقیقت سامنے ہو جاتی ہے کوئی پہاڑ دریا سمندر راستے میں حائل نہیں ہوتے"

حضرت جیؒ کبھی کبھی فرماتے! میرا قرآن کی تفسیروں کا مطالعہ اس قدر ہے کہ جب کسی تفسیر کی کسی آیت کی طرف خیال کرتا ہوں وہ صفحہ میرے سامنے کھل جاتا ہے اس وقت بھی میرے (حضرت جیؒ) پاس پینسٹھ (۶۵) تفاسیر موجود ہیں جو اکثر عربی اور فارسی میں ہیں اور صدیوں پرانی ہیں حضرت جی اکثر حیران ہو کر فرماتے تھے "میں حیران ہوتا ہوں ان لوگوں پر جو اپنے آپ کو بڑا مفسر اور محدث لکھتے ہیں اور کہتے ہیں حالانکہ میرا اتنا وسیع مطالعہ ہونے کے باوجود جب غور کرتا ہوں تو سمجھ آتی ہے کہ ابھی تو الف ب بھی نہیں آتا۔

ایک بار حضرت جی چارپائی پر بیٹھے تھے سامنے ایک جم غفیر بیٹھا تھا یہ قیدی بھی چارپائی کے ایک پایہ کے پاس دوزانوں بیٹھا تھا حضرت جیؒ روتے جاتے تھے اور ایک جملہ بار بار کہتے جا رہے تھے اور وہ جملہ تھا۔

"بہت ڈاڈی (زبردست) ہستی سے پالا پڑا ہے معلوم نہیں کیسا سلوک کرے کسی معمولی سی بات پر پکڑ کر لے تو کوئی چھڑانے والا نہ ہو گا"

تھوڑے وقفے کے بعد فرمانے لگے "اگر میرے رب نے ان کمالات کے ساتھ موت دے دی تو پھر میں ان لوگوں سے جو اعتراضات کرتے ہیں پوچھوں گا" بیان کے وقت حضرت میں جلال عیاں ہو جاتا تھا۔

ایک دفعہ ایک ساتھی نے دعوت پر بلایا حضرت جیؒ چلے گئے جب دسترخوان لگایا گیا تو حضرت جیؒ سخت ناراض ہوئے اور برہم ہو کر فرمانے لگے "تم نے کسی فرعون کو دعوت پر بلایا ہے؟" اس کی وجہ بہت زیادہ تعداد میں کھانے تھے۔

ایک دفعہ کہنے لگے "ایک دن ملک محمد اکرم (مدظلہ العالی) ایک بندہ کہیں سے پکڑ کر لے آئے اور کہنے لگے "حضرت یہ شخص کہتا ہے کہ اللہ کوئی نہیں آپ ذرا اس کو اللہ دکھا دیں" میں نے بڑا سمجھایا نہ مانا

بالا آخر مسجد چکڑالہ میں لے گیا ذکر پر بٹھا دیا جب توجہ دی اور اوپر سے انوارات پھینکے تو اپنے آپ سے باہر ہو گیا کبھی ایک جگہ گرتا ایک بسمل کی کیفیت طاری ہو گئی اور ہر لمحہ ایک ہی رٹ لگا رکھی تھی" اللہ ہے" تو حضرت جیؒ فرمانے لگے میں وہاں سے اٹھ کر حجرہ کی طرف آ گیا تاکہ مزید میری توجہ کا مرکز نہ بنے ورنہ سینہ پھٹ جاتا اور مر جاتا اس روز چکڑالہ گاؤں کے لوگوں نے اپنی ظاہری آنکھوں سے ایک سرخ روشنی آسمانوں سے گرتی ہوئی دیکھی اور باہر نکل کر ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ کیا ماجرہ ہے سب کا جواب اس مسجد میں تھا۔

حضرت جیؒ اکثر نصیحت میں فرماتے " بیٹا لوگوں کو نصیحت کرتے رہا کرو۔ لوگ حلال حرام میں تمیز کرنا بھول گئے پاکی پلیدگی کا احساس دلوں سے غائب ہو چکا ہے اخروی مواخذہ کے قائل کم ہی رہ گئے ہیں الحاد اور فحاشی زوروں پر ہے ایک ایک کو پکڑ پکڑ کر اللہ اللہ کراؤ اس سے کم از کم اس کو فائدہ یہ ہو گا کہ موت ایمان پر آئے گی۔

چالیس روزہ منارہ کے اجتماع میں ایک بول ہر ساتھی کی زبان پر ہوتا ہے کہ "حضرت کو مجھ سے بہت شفقت ہے" مجھ سے بہت پیار ہے "درحقیقت ہر ساتھی سے حضرت جیؒ اس قدر پیار کرتے اور احوال پوچھتے کہ ہر ساتھی یہی سمجھتا کہ مجھ سے حضرت جی زیادہ پیار کرتے ہیں حالانکہ حضرت جیؒ ہر ساتھی سے پیار کرتے تھے۔ بعینہ اس مفہوم کی طرح کہ آپؒ ایک بہت بڑے جنگل میں ہیں جہاں آندھی اور طوفان ہے۔ ایک شمع جل رہی ہے اور پروانے اس آگ میں جا رہے ہیں میں ایک ایک پروانے کو پکڑ پکڑ آگے سے نکال رہا ہوں" غالباً حضرت جیؒ بھی اللہ کی مخلوق کے لیے کچھ ایسا ہی درد رکھتے تھے۔ اور بستی بستی قریہ قریہ ایک ایک دو دو آدمی پر محنت فرماتے انہیں اللہ اللہ سکھاتے اور اللہ اللہ کی اس نعمت کو خوب بانٹتے تھے۔

ایک روز ایک ساتھی نے پوچھا "حضرت پہلے زمانے میں جب لوگ روحانیت (طریقت) میں قدم رکھتے تھے تو اول سالہا سال صرف لطائف ہی کرائے جاتے تھے جب جسم میں کمزوری غالب ہو جاتی جوانی ڈھل جاتی مختلف انواع کی پابندیوں میں راسخ ہو جاتے تب جا کر کسی کسی کو کچھ منازل سلوک طے کروا دیتے۔ جو اس معاملے میں بہت راسخ ہوتا تو اسے دربار نبویؐ تک منازل کرائے جاتے تھے تو ایک طرف تو یہ ہے کہ شاگردوں پر محنت مجاہدہ ایک طویل عرصہ تک معاملات میں انتہا کی احتیاط بسا اوقات جنگل اور پہاڑوں کا بھی رخ حتیٰ کہ عمر عزیز کا ایک کثیر حصہ گزار کر مقام احدیت معیت ' اقربیت یا کسی کسی کو دربار نبویؐ میں پہنچاتا جبکہ دوسری طرف آپ کے پاس جو بھی خلوص لے کر حاضر ہو جاتا ہے بفضل اللہ پہلی توجہ میں لطائف کی حالت یکسر بدل جاتی ہے اور تھوڑے ہی عرصے میں منازل کی طرف روحانی پرواز شروع ہو جاتی ہے اور پروازیں بھی اتنی ہیں کہ جیسے کبوتروں کی ڈاریں جارہی ہوں اور بقول آپ کے (حضرت جیؒ) دربار نبوی ہمارے سلسلہ کی ابتداء ہے تو یہ اس قدر فرق کیوں ؟ اس ترقی منازل کا سر کیا ہے حضرت جیؒ نے فوراً فرمایا بیٹا پہلے زمانے میں رزق پاک صاف تھا لوگوں کی نیت میں فتور نہ تھا فتنہ فساد کم اور محبت زیادہ تھی۔ آج اس دور میں حلال ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا پاکی پلیدگی کا احساس ختم ہو رہا ہے نیتوں میں فتور ہے الحاد۔ کفر شرک زوروں پر ہے۔ برائی آپ کے پاس خود پہنچتی ہے ۔ لہٰذا میرے رب نے بھی اس الحاد و فسق کے مقابلے میں اپنی مہربانی میرے وجود کے ذریعے اس قدر زوروں پر عطا فرما دی ہے کہ میں نے کبھی بخل سے کام نہیں لیا۔ جو بھی میرے پاس خلوص لے کر آیا۔ میں نے بفضل خدا اس کو اس کی استطاعت سے بڑھ کر دیا ہے کہ کل روز محشر یہ نہ کہہ سکے کہ ربا مجھے تو نے کس دور میں پیدا کیا تھا اب ان مقامات کو ان انعامات کو سنبھالنا اس کا کام ہے یہی وجہ ہے کہ میرے رب نے جہاں اس جماعت پر بے بہا انعامات نوازے ہیں وہاں میرے اوپر بھی بے حدو بے حساب عطا فرمائی

گئی ہے۔

ایک مرتبہ کسی جلسہ کی صدارت کے لیے میانوالی گئے تو وہاں کے منتظمین نے اشتہارات پر لکھ دیا زیر صدارت غوث الاغواث مولانا اللہ یار خان صاحب ---" تو ایک ساتھی نے آ کر حضرت کو اطلاع کر دی کہ وہاں تو پھر پوسٹر پر یہ منصب لکھا ہے کہ تو حضرت جیؒ نے سکوت اختیار فرمایا اور افسوس سے کہنے لگے ان بیچاروں نے تو عقیدت کا اظہار کیا ہے ورنہ غوث جس کی جوتیوں میں بیٹھتے ہوں وہ خود غوث نہیں ہوتے۔

تب کئی احباب کو پتہ چلا کہ باطنی مناصب اب اس سلسلہ میں منتقل ہو چکے ہیں اور حضرت جیؒ کے وصال کے بعد عوام پر یہ عقدہ کھلا کہ حضرت جیؒ تو منصب "صدیق" پر فائز تھے جو غوث کے بعد تین مناصب سے بالا ہوتا ہے اور ایسے منصب پر فائز لوگ صحابہ کرام تو بہت ہوئے مگر بعد میں بہت ہی کم گذرے ہیں اور صدیوں کے بعد کہیں کہیں کوئی اس منصب پر پایا گیا یہ میرے حضرت جیؒ کی دین ہے حضرت جیؒ کی زندگی کا ایک بیشتر حصہ مذہب باطلہ کے رد میں گذرا رافض ہوں یا احمدی، لاہوری ہوں یا چکڑالوی یا بہائی ہوں الغرض بے شمار فتنوں کی بیخ کنی میں حضرت جیؒ کا بے پناہ حصہ ہے جن کی حضرت جیؒ کی بے شمار تصانیف شاہد ہیں ایک مرتبہ فرمایا رد رافض (شیعہ) کا ایک بہت بڑا عالم مولوی اسمٰعیل ایک مقام پر مناظرہ کے لیے بلوایا گیا وہاں کے لوگ مجھ (حضرت جیؒ) کو بھی لے گئے۔ آپ نے با آواز بلند ایک بیان دیا لوگو! میں ایک عرصہ سے اس شخص کے مد مقابل آتا رہا ہوں لوگو! آج کا طریقہ انوکھا ہونا چاہئے۔ مولوی اسمٰعیل مجھ پر سوال کرے میں ان کے جوابات شیعہ کتب سے دوں گا پھر میں سوال کروں گا مولوی صاحب ان کا جواب کسی کتاب سے دیں اور جو شخص چپ ہو جائے اس کی زبان اس اچاقو سے کاٹی جائے گی تاکہ آئندہ غلط اور گمراہ کن عقاید کی تشہیر نہ کر سکے جونہی یہ بات ختم کی مولوی اسمٰعیل اس روز اپنی کتابیں بھی چھوڑ کر بھاگ گیا وہ

کتب آج بھی میرے (حضرت جیؒ) پاس ہیں" ایسی ہستی کے کمالات کو عمر چاہئے بس شریک مجلس یاراں ہونے کی ایک معمولی سی کوشش کی ہے کہ جس ہستی کی وجہ خصوصی سے یہ قیدی قید و بند کی حدود وقیود سے جہاں ہر دم آزادی محسوس کرتا ہے وہاں ایک ایسی تڑپ پابند سلاسل کئے ہوئے ہیں کاش کسی طرح یہ نعمت عظمیٰ چاروں وانگ پھیل جائے معلوم نہیں کہ اس پابندی کو راقم قید کا نام دے یا آزادی کا کیونکہ۔

چونگویم مسلمانم بلرزم
کہ دانم مشکلاتِ لا الٰہ را

بہرحال اس قید کی زندگی پر ایسی ہزاروں لاکھوں آزادیاں قربان ہوں جس قید کے ذریعے اگر کسی مخلوق میں کسی ایک کو بھی جہنم کی آگ میں گرنے سے بچا لیا جائے۔ اللہ اللہ ایسی توفیق ہر مرد و زن کو عطا فرمائے۔

بالآخر یہی سورج جس کی چمک سے ایک جہاں کی آنکھیں خیرہ تھیں جس کے وجود سے فیض باطنی زندہ لوگوں کو کیا عالم برزخ میں بھی عام تھا۔ وہ بے پایاں خانہ وہ قلزم فیوضات ایک شب لمبی کاوش والی اور تھکا دینے والی زندگی سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چمکتے سورج کو غروب کر گیا۔

مگر حضرت جیؒ کا یہ فیض باطنی عالم برزخ میں جا کر کچھ اس قدر وسیع ہو گیا کہ اگر پہلے صرف ایشیا کے کچھ حصوں میں تھا تو اب اللہ کے فضل و کرم سے ایشیا۔ افریقہ۔یورپ۔ امریکہ سے بھی اس کی سرحدیں پھلانگ رہی ہیں اور چاروں وانگ عالم کو خیرہ کر رہی ہیں

دعائے مغفرت

ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے

- نذیر احمد (ڈسکہ) کے والد گرامی ۶ جنوری کو وفات پا گئے ہیں
- حسن محمد ٹیچر (آر ۱۰/ ر ۸۷ خانیوال) کے تایا صاحب وفات پا گئے ہیں

ایک منفرد مناظر

محمد الفاروقی النعمانی

حضرت مولانا اللہ یار خان کے ایک دو نہیں بلکہ بیسیوں مناظرے شیعہ روافض سے ملتان ' بہاولپور ' میانوالی ' کیمبلپور ' چنیوٹ ' بھیرہ ' جھنگ ' سرگودہا ' خوشاب ' ساہیوال ' سیالکوٹ ' سندھ اور آزاد کشمیر میں ہوئے ہیں ان تمام مناظروں میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ نے حق کو غالب رکھا ہے

جن لوگوں نے حضرت مولاناؒ کے مناظرے دیکھے ہیں انہیں علم ہے کہ ہر میدان میں فتح و کامیابی نے آپ کے قدم چومے ہیں کیونکہ مولانا حزب اللہ کے سپاہی تھے جس کے متعلق حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا ہے

فان حزب اللہ ھم الغالبون

تحقیق یاد رکھو اللہ تعالیٰ کی جماعت ہمیشہ غالب رہے گی

حق کے مقابلہ میں دشمنان اسلام کا ہمیشہ ذلیل و خوار رہنا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

اولٰئیک حزب الشیطٰن الا ان حزب الشیطٰن ھم الخاسرون

اسلام کا دشمن شیطان کا گروہ ہے خبردار شیطان کا گروہ ہمیشہ ذلیل و خوار ہونے والا ہے

حضرت مولانا اللہ یار خاں صاحب نے مناظرہ جہلم میں شیعہ ملا مرزا احمد علی امرتسری المتوفیٰ ۱۳۹۰ ھ اور ملا فیض کھیالوی المتوفیٰ ۱۳۹۰ ھ کو جو شکست عظیم دی تھی وہ زمانہ جانتا ہے کئی روز تک یہ دونوں ملا کچھ ایسے سرگرداں رہے کہ نہ ایمان بالقرآن ثابت کر سکے اور نہ حضرت علی کی خلافت بلا فصل اور کذب و افتراء اور دجل و فریب اور جھوٹے حوالے اور عبارات میں قطع برید کے جتنے ہتھیار ان کے پاس تھے مولانا اللہ یار خان صاحب نے بعونہ تعالیٰ دلائل و براہین کی بمباری سے سب تباہ کر دیے شاید مرزا احمد علی اور ملا فیض نے یہ نہیں سنا تھا کہ ولکل فرعون موسیٰ

میں یہاں احباب اہل علم کے لئے مرزا احمد علی اور ملا فیض محمد کھیالوی شیعہ کی مناظرہ جہلم کی چند مثالیں بھی پیش کر دیتا ہوں

1۔ جب مولانا اللہ یار خاں صاحب نے مسئلہ تحریف قرآن کے سلسلہ میں شیعہ کتاب فصل الخطاب سے یہ الفاظ پڑھے

فھو عندالحجۃ عجل اللہ فرجہ و بلمرھم بقرائتہ و ھو مخالف لھٰذالقران الموجود من حیث التالیف و ترتیب السورۃ والآیات بل الکلمٰت ایضاً (فصل الخطاب ص۹)

یعنی جس قرآن کو حضرت علیؓ نے حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد بنفسہ جمع کیا تھا وہ اب امام مہدی کے پاس ہے جب وہ آئے گا تو اس قرآن کا لوگوں کو پڑھنے کا حکم دے گا اور وہ قرآن اس موجودہ قرآن کے بالکل خلاف ہے ترتیب سورتوں کے لحاظ سے بھی۔

مرزا احمد علی شیعہ کو مولانا کے اس پیشکردہ حوالے کا جواب تو نہ آیا مگر لوگوں کے سامنے قرآن شریف کی یہ آیت پڑھ دی

ان قومی اتخذ وا ھذا القران مھجورا

اور کہنے لگا کہ جیسے وہ ہذا القرآن کے الفاظ ہیں ایسے ہی یہ ہذا القرآن کے الفاظ ہیں تو مولانا اللہ یار خان صاحب نے فرمایا کہ میں تجھ سے قرآن شریف کے الفاظ کے متعلق نہیں پوچھ رہا بلکہ فصل الخطاب میں جو ھذا القرآن کے الفاظ ہیں ان کے متعلق پوچھ رہا ہوں۔ میرے ہاتھ میں یہ تمہاری مشہور کتاب فصل الخطاب ہے مگر مرزا احمد علی اس کا کوئی جواب نہ دے سکا

۲۔ مرزا احمد علی نے میزان الاعتدال سے یہ عبارت پیش کی

یاحذ یفتہ باللہ انا من المنافقین

یعنی " حضرت عمر نے حضرت حذیفہ سے فرمایا کہ میں منافقین سے ہوں " (معاذ اللہ) مگر مولانا اللہ یار خان

صاحب نے جب میزان الاعتدال دیکھی تو مرزا احمد علی کی پیش کردہ عبارت کے متصل یہ عبارت موجود تھے۔

فھو محال اخلف ان یکون کذبا

"یعنی حضرت عمر فاروق اعظمؓ کی زبان سے ایسے الفاظ نکلنا محال ہے مجھے اندیشہ ہے کہ یہ روایت جھوٹی ہے"

۳۔ اسی طرح مرزا احمد علی نے ابن کثیر کے حوالہ میں بھی دجل و فریب سے کام لیا اور صرف یہ الفاظ پڑھے

قال عمر لحذیفۃ ۔ امنھم انا

یعنی "حضرت عمرؓ نے فرمایا" کیا میں منافقین سے ہوں؟

مولانا اللہ یار خان صاحب نے جب ابن کثیر دیکھی تو مرزا احمد علی کی پیشکردہ عبارت کے متصل یہ الفاظ موجود تھے قال لا یعنی حضرت حذیفہ نے "فرمایا ہرگز نہیں" یعنی آپ میں کوئی علامت نفاق کی نہیں مگر مرزا احمد علی نے یہ الفاظ چھوڑ دیئے تھے ۔ اور دجل سے کام لیا تھا

شیعہ مناظر کی علمی پوزیشن

مولانا اللہ یار خان صاحب مناظرہ آزاد کشمیر ضلع پونچھ میں عصر کے وقت سات دن کی مسافت طے کر کے مقام مناظرہ پر پہنچ گئے معلوم ہوا کہ شیعہ مناظر لکھنؤ سے آیا ہوا ہے ۔ اور مناظرہ باغ فدک اور حضرت علی کی خلافت بلا فصل پر ہو گا

دوسرے روز نماز فجر کے بعد شیعہ مناظر سے ملاقات ہوئی اور شرائط مناظرہ طے ہونے لگے اس دوران مولانا اللہ یار خان صاحب نے شیعہ مناظر سے فرمایا کہ مناظرہ کی تعریف کیا ہے؟ مناظرہ کس کو کہتے ہیں؟ اور الفاظ المناظرہ پر جو الف لام داخل ہے یہ الف لاموں کی ان اقسام میں سے کون سے قسم کا الف لام ہے جو علم نحو میں بیان کئے گئے ہیں

یہ سنتے ہی شیعہ مناظر خاموش ہو گیا جب بار بار اصرار کیا گیا تو آہستہ سے کہنے لگا مجھے اس کا علم نہیں

یہ سنتے ہی شیعوں نے اس کو برا بھلا کہا اور مولانا اللہ یار خان سے معافی مانگی اور اپنی شکست کا اعلان کیا

ع نعم ماقیل

والفضل ماشھدت بہ الاعداء

دراصل کامیابی وہی عمدہ ہے جس کا دشمن خود اقرار کرے

لہذا حضرت مولانا اللہ یار خان صاحب" قرآن مجید کے اس حکم واعرض عن الجٰھلین پر عمل کرتے ہوئے واپس چکڑالہ تشریف لائے

مولانا اللہ یار خان صاحب کی فاتحانہ ضرب

یاد رہے کہ شیعہ روافض تمام صحابہ کرام کو خصوصاً خلفاء ثلاثہ کو کافر، مرتد، منافق کہتے ہیں

شیعہ حسین نوری لکھتا ہے

نفاقھم و ھذا عند معشر الامامیۃ اوضح من نار

"اصحاب ثلاثہ کا منافق ہونا شیعہ گروہ کے نزدیک آگ سے زیادہ روشن ہے" فصل الخطاب ص ۱۳۳

شیعہ حامد حسین کشوری استقصاء الافہام میں لکھتا ہے

فان کفر ھم وارتد اوھم واضح لا سترہ فیہ

کفر و ارتداد خلفائے ثلاثہ کا ایسا واضح ہے کہ اس پر کوئی پردہ نہیں ہے

چنانچہ شیعہ ملا فیض نے مناظرہ میں کہا کہ اصحاب ثلاثہ منافق ہیں

مولانا اللہ یار خان صاحب" نے جواباً یہ آیت پڑھی

لنغرینک بھم ثم لایجاورو نک فیھا الاقلیلا

یعنی اللہ تعالیٰ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہیں کہ ہم آپ کو ضرور ان پر یعنی منافقین پر مسلط کریں گے پھر یہ منافق آپ کے پاس مدینہ میں بہت کم ہی رہنے پائیں گے

اور اس کے ساتھ مولانا اللہ یار خان صاحب نے آیت مذکورہ کے الفاظ لنغرینک بھم ثم لایجاور و نک فیھا الاقلیلا کی تفسیر شیعہ کتاب "تفسیر صافی" "و منہج الصادقین" سے پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ ان شیعہ مفسرین نے اس آیت کا ترجمہ یہ کیا ہے

ہر آئینہ ترا بجتال ایشاں تحریص کنیم و بد ازاں مجاورت و ہمسائیگی نکنند باتو در مدینہ مگر زمانہ اندک "

یعنی ہم آپ کو اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً ان کے قتل کرنے اور جلا وطن کر دینے کا حکم کریں گے اور یہ منافق آپ کے ساتھ مدینہ میں نہیں رہیں گے مگر تھوڑا عرصہ

اب بتایئے اگر بقول تمہارے اصحاب ثلاثہ منافق تھے ۔ تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر ان کے قتل کا حکم کیوں نہ دیا گیا اور جلا وطنی کا ان کے متعلق رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کیوں نہ کیا ۔ ؟

اس ـــــ کے جواب میں ملا فیض اور مرزا احمد علی کچھ دیر تو چپ چاپ گونگے بنے رہے

ـــــ آخر یہ جواب دیا کہ خلفائے ثلاثہ ان منافقین میں سے تھے جو ایذا نہ دیتے تھے اور آیت میں جو حکم ہے وہ ایذا دینے والے منافقین کے بارے میں ہے

مگر ـــ مولانا اللہ یار خان صاحب نے اس کے جواب میں فرمایا کہ

" قرآن شریف سے ذرہ وہ الفاظ پیش کریں کہ جن سے تمہاری بیان کردہ تخصیص ثابت ہوتی ہے آیت قرآنی میں تو عموم ہے یہ حکم تو سب منافقین کے لئے ہے "

پس مولانا کی اس فاتحانہ ضرب سے شیعہ حواس باختہ ہو گئے ۔ تخصیص کہاں سے ثابت کرتے ۔ آیت میں تو تھی ہی نہیں ۔ سارا تو جھوٹ تھا ۔ لگے ایک دوسرے کی طرف سے بھیگی بلی کی طرح دیکھنے ۔ فبہت الذی کفر کا عجیب نظارہ تھا

اسلام زندہ باد کی آوازوں سے مجمع جھوم رہا تھا

دارا لتبلیغ چکڑالہ

مولانا اللہ یار خان صاحب نے ۱۹۵۰ء میں اپنے شہر چکڑالہ ضلع میانوالی میں مدرسہ عالیہ دارالتبلیغ قائم فرمایا جس کا مقصد صرف یہ تھا کہ اس ادارہ میں شیعہ روافض کے عزائم سے صف علماء کو باخبر کیا جائے

اسی کے ساتھ ساتھ شعبہ نشر و اشاعت کو شامل کیا گیا جس کے زیر تحت مولانا اللہ یار خان صاحب کی متعدد کتب اور رسائل شائع ہوئے ۔ مثلاً

۱۔ ملا اسماعیل شیعہ کی کتاب " براہین ماتم " کا جواب بنام " حرمت ماتم "

۲۔ ملا علی نقی لکھنوی کی کتاب " متعہ اور اسلام " کا جواب بنام " تحقیق حلال و حرام "

۳۔ داماد علی ؓ ۴۔ شکست اعدائے حسین ؓ ۵۔ ایجاد مذہب شیعہ ۶۔ ایمان بالقرآن وغیرہ کئی رسائل منظر عام پر آئے

پندرہ روزہ الفاروق کا اجراء

1956ء میں جب مدرسہ دارالہدیٰ چوکیرہ ضلع سرگودھا کے زیر تحت پندرہ روزہ رسالہ الفاروق کا اجراء کیا گیا تو الفاروق کی مجلس عاملہ کی درخواست پر جس کے امیر مولانا احمد شاہ محدث چوکیروی تھے مولانا اللہ یار خان صاحب اول سے آخر 1958ء تک معین اعلیٰ رہے ۔ اور صفحات الفاروق پر آپ کے بڑے بڑے قیمتی مضامین مثلاً مسئلہ تحریف قرآن ' مسئلہ خلافت ' مسئلہ فدک اور مسئلہ ماتم شیعہ ' ہفوات شیعہ ' خرافات شیعہ بہتانات شیعہ ' کذب شیعہ ' تاریخ شیعہ ' نفاق شیعہ ارتداد شیعہ بالا قساط شائع ہوئے تھے

جن لوگوں نے آپ کے مضامین دیکھے ہیں انہیں علم ہے کہ مولانا کا ایک ایک مضمون ایک ضخیم کتاب کی حیثیت رکھتا ہے ۔

حضرت مولانا کو زود نویسی میں کمال حاصل تھا بہت جلد کتاب لکھ دیتے تھے حالانکہ مناظرانہ کتاب کے لئے بہت وقت کی ضرورت ہوتی ہے ۔ کیونکہ اپنے اور دشمن کے حوالہ جات کی پڑتال حوالوں میں ترتیب کا خیال مراتب کتب پر گہری نظر تراجم عبارات میں مہارت ' ماخذ کتاب کی نظرثانی ۔

مگر چونکہ مولانا کا ابتداءً حافظہ تیز تھا اس لئے ان سب امور کو بفضلہ تعالیٰ جلدی سے طے کر لیتے تھے ۔

مناظرانہ دور

مولانا اللہ یار خان صاحب کے 60 سالہ خالص مناظرانہ دور میں متعدد مناظرین اہل علم آپ کے ہم عصر اور رفیق کار رہے ہیں ۔ جن

کی مکمل فہرست انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی کامل سوانح حیات میں آئے گی۔ یہاں صرف چند حضرات کے اسماء گرامی پیش کئے جاتے ہیں

مولانا محمود گنجوی شیخ الجامعہ سیال شریف المتوفی ۱۳۴۵ھ

مولانا ظہور احمد بگوی بانی حزب الانصار بھیرہ المتوفی ۱۳۶۴ھ

مولانا احمد الدین گھرل مصنف کتاب رد بہتان شیعہ المتوفی ۱۹۵۶ھ

مولانا محمد چراغ الدین رتیڑی مناظر اسلام المتوفی ۱۹۵۷ء

مولانا یار محمد پیر کوٹی مصنف کتاب نہر الحیات بجواب فلک النجات المتوفی ۱۳۴۰ھ

مولانا احمد شاہ محدث چوکیروی مصنف کتاب تحقیق فدک المتوفی ۱۹۶۹ء

مولانا عبدالعزیز سلمی مصنف رسائل عمدہ المتوفی ۱۹۶۹ء

مولانا قطب الدین جھنگوی مصنف فیصلہ شرعیہ المتوفی ۱۳۰۷۹ھ

مولانا خواجہ محمد قمر الدین سجادہ نشین سیال شریف المتوفی ۱۹۸۲ء

مولانا سید قطب علی شاہ سندیلوی مصنف شواظ البرکات بجواب رمی الجمرات المتوفی ۱۳۴۶ھ

مولانا سعد اللہ سندھی مصنف توپ محمد بجواب حیدری پستول المتوفی ۱۹۴۳ء

مولانا بشیر احمد پسروری فاضل لکھنؤ المتوفی ۱۳۹۴ھ

مولانا پیر غلام دستگیر نامی بانی دائرہ الاصلاح لاہور المتوفی ۱۹۶۰ء

مولانا شیخ حسن الدین سہروردی رفیق دائرہ الاصلاح لاہور مصنف دافع طعن رافضہ بجواب النار الحاطمہ المتوفی ۱۹۶۴ء

خیراتی ہسپتال کا منصوبہ

الفلاح فاؤنڈیشن نے کندھ کوٹ (ضلع جیکب آباد) کے مقامی افراد کے تعاون سے خیراتی ہسپتال بنانے کا منصوبہ بنایا ہے یہ ضلع میں دوسرے نمبر پر ایک بڑی تحصیل کا صدر مقام ہے جہاں کی بڑی آبادی بلوچ قبائل پر مشتمل ہے جو ناخواندہ اور معاشی لحاظ سے نہایت پسماندہ زندگی گزار رہے ہیں کندھ کوٹ شہر کی حالت یہ ہے کہ پاکستان بننے کے بعد بہت کم ہندو یہاں سے ہندوستان منتقل ہوئے ہیں یہاں کے ہندو معاشی اعتبار سے نہایت طاقتور ہیں ضلع کا پورا کاروبار ان کے ہاتھوں میں ہے۔ حتیٰ کے وہاں کے زمیندار ان کے ہاں گروی ہوئے ہیں لیعنی ان کے مقروض ہیں یہاں کے مسلمان جن کا تعلق زیادہ تر متوسط طبقہ سے ہے کوئی رفاہی کام نہیں کرسکتے مسلمانوں کی علمی اور معاشی پسماندگی کی وجہ سے ان کی اولاد بھی ہندوؤں کی سازشوں کا شکار ہو رہی ہے۔ یہ لوگ علیحدگی پسند تحریکوں کو مالی طاقت فراہم کر رہے ہیں ان حالات میں الفلاح فاؤنڈیشن یہاں خیراتی ہسپتال بنانے کا ارادہ رکھتی ہے مخیر حضرات اس سلسلے میں رابطہ قائم کریں۔

الفلاح فاؤنڈیشن

۲۱۔ فسٹ فلور مال پلازہ دی مال راولپنڈی صدر

(رقوم ڈرافٹ وغیرہ کے لئے پی ایل ایس ۱۰۶۸ مسلم کمرشل بنک منارہ ضلع چکوال)

یادیں

یہ ایک قدرتی امر ہے کہ جہاں پر کسی کا روحانی یا جذباتی لگاؤ ہوتا ہے انسان اسکی تعریف اور مدح میں مبالغہ سے کام لیتا ہے ۔ لیکن اگر میں یہ کہوں کہ دنیا میں سب سے بڑی نعمت جو ملی وہ استاد المکرم کا تعلق ہے، تو یہ جذباتی فیصلہ ہے نہ ہی مبالغہ امیزی ۔ استاد المکرم اکثر فرمایا کرتے کہ ماں باپ انسان کے دنیا میں آنے کا سبب بنتے ہیں اور شیخ اصلاح کر کے جہنم سے روک کر جنت میں جانے کا سبب بنتا ہے ۔ شیخ کامل کی تعلیم و تربیت اور صحبت کی زندگی سنوارنے کا ذریعہ ہے اللہ تعالیٰ استاد المکرم پر اپنی کروڑوں رحمتیں نچھاور فرمائیں وہ شیخ کامل ہی نہ تھے ایک شفیق باپ ، غمگسار اور نہایت مہربان ہستی تھے ۔ اور میں تو اس کو کرامت ہی کہوں گا کہ ہر فرد یہ خیال کرتا تھا کہ استاد المکرم سے اس کا ایک خاص تعلق ہے جو کسی دوسرے کا نہیں ۔ طبیعت میں سادگی ، صاف گوئی ، ظاہر اور باطن ایک ، تکلف سے مبرا زندگی آپ کا خاصا تھا ۔ ان تمام خصوصیات کی بدولت ہر خاص و عام پہلی ہی مجلس میں آپکا گرویدہ ہو جاتا تھا

مجھے یاد ہے میری پوسٹنگ پنڈی میں تھی ۔ مولانا محمد ریاض اشرفی صاحب اخبار جنگ کے ساتھ منسلک تھے ۔ بہت مزیدار آدمی تھے اللہ تعالیٰ انکے درجات بلند فرمائیں اکثر ان سے مجلس رہتی تھی ۔ ایم اے بھی تھے اور دیو بند سے فارغ التحصیل بھی ۔ حضرت مولانا تھانوی کے تعلق کی وجہ سے تخلص اشرفی تھا ۔ استاد المکرم کی کی تصنیفات پڑھ چکے تھے ملنے کا اشتیاق پیدا ہوا ایک دن ہمارے ساتھ چکڑالہ چل دئے رستہ میں کچھ ذھن میں بات آئی فرمانے لگے آپ کو پتہ ہونا چاہئے میں نے بیعت کی ہوئی ہے ہم نے کہا حضرت ہم تو آپ کو صرف استاد المکرم سے ملاقات کروانے جا رہے ہیں اشرفی صاحب مریض آدمی تھے رات چکڑالہ پہنچے صبح بعد نماز فجر حسب معمول استاد المکرم " باہر کی بیٹھک میں تشریف لائے میں نے تعارف کروایا اور بتایا کہ مولانا اشرفی صاحب دیو بند سے فارغ التحصیل ہیں فرمانے لگے سے ظاہر ہے ۔ اشرفی صاحب نے سلسلہ گفتگو بڑھایا اور پوچھا حضرت اگر آپ برا نہ منائیں تو میں کچھ پوچھنا چاہتا ہوں حضرت نے فرمایا شیخ پر تنقید مانع فیض ہے ہاں اصلاح کی خاطر جو دل چاہے پوچھیں اشرفی صاحب نے دو سوالات کئے حضرت نے دو فقروں میں جوابات دئے ۔ کچھ دیر اشرفی صاحب خاموش بیٹھے رہے پھر مجھ سے پوچھنے لگے بیعت کب ہو گی اور اس صبح وہ سب سے پہلے شخص تھے جنہوں نے بیعت کے لئے ہاتھ بڑھایا اور بعد میں فرمانے لگے اس جگہ کی بڑی برکات ہیں مجھے خوف تھا کہ مرض کی وجہ سے مجھے کافی وقت پیش آئے گی لیکن حیران ہوں رات بھر مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوئی

بعد میں انکی بیعت کی خبر پنڈی کے علماء کو ہوئی تو بہت باتیں بنیں ۔ علماء حضرات کہنے لگے اچھا خاصا پڑھا لکھا آدمی اور ساتھ عالم بھی ہے اس شخص کے ہاتھ پر بیعت کر آیا ہے جو دعویٰ کرتا ہے کہ عرشوں کی سیر کرتا ہوں اور کرواتا ہوں اشرفی صاحب فرمانے لگے بھئی میں نے ان کو بتایا ہے کہ اگر اپ عرشوں کی سیر نہیں کرنا چاہتے تو نہ کریں آپ کو مجبور کس نے کیا ہے اسکے تھوڑے ہی عرصہ بعد مولانا اشرفی صاحب کا انتقال ہو گیا حضرت مولانا محمد اکرم صاحب ۔ راجہ صاحب کرنل صاحب اور میں انکی قبر پر گئے حضرت نے توجہ فرمائی اور مراقبات مسجد نبوی تک کروا دیئے وہ حیران تھے کہ زندگی میں اس کی اہمیت تو معلوم تھی لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ برزخ میں اس قدر انعامات ہیں

حضرت مولانا اشرفی کی بیعت کی وجہ سے پنڈی کے بہت سے علماء کو حضرت سے ملاقات کا اشتیاق ہوا

حضرت پنڈی میں قادری صاحب کے گھر تشریف لائے علماء کا ایک گروہ حاضر خدمت ہوا علمی بات چیت چلی سبھی ادبی زبان اور کھلے الفاظ میں حضرت کے علم کے معترف ہوئے اور کسی کو بحث کرنے کی ہمت نہ پڑی ایک جواں سال عالم جو فلسفہ کہیں پڑھاتے تھے کچھ زیادہ ہی اپنے علم کا رعب جمانے کی کوشش کر رہے تھے حضرت نے فرمایا میں نے فلسفہ پڑھا لیکن چھوڑ دیا مجھے اس میں گمراہی دکھائی دی ۔ اس جواں سال مولانا کی بحث حضرت کو کچھ ناگواری گزری آثار چہرے پر نمایاں تھے ۔ وہ مولوی صحاب فرمانے لگے حضرت اس کو چھوڑیں آپ ہمیں ذکر کروائیں حضرت نے ان کو طریقہ ذکر بتایا یہ پہلا موقع تھا میں نے حضرت کو ذکر سکھاتے ہوئے دیکھا ۔ ذکر شروع ہوا ۔ اختتام پر دعا ہوئی وہ جواں سال مولوی صاحب کی حالت قابل دید تھی اپنا ہوش نہ تھا آخر میں انکے ساتھی ان کو مجلس سے اٹھا کر لے گئے حضرت نے دبی زبان سے فرمایا میں نے معمولی سی توجہ دی تھی

حضرت ہر بات جلوت اور خلوت میں بر ملا فرماتے اکثر فرماتے کہ لوگ کہتے ہیں تصوف کی باتیں تو درست لیکن اس کا اخفا ضروری ہے اس کا جواب فرماتے کہ تصوف عین دین ہے اور دین کا چھپانا کہاں جائز ہے ۔ ۱۹۷۷ء میں جب عمرہ پر تشریف لے جا رہے تھے چکڑالہ سے بذریعہ کار پنڈی کے راستہ میں حافظ غلام جیلانی صاحب سے پوچھنے لگے حافظ صاحب برزخ کے مشائخ کار کے ساتھ کیوں چل رہے ہیں میں بھی کار میں موجود تھا حافظ صاحب نے کہا حضرت سب بزرگ عرض کر رہے ہیں کہ عمرہ کی برکات کا حصہ لینے کے لئے ساتھ ہیں عمرہ کی تفصیلات حضرت مولانا محمد اکرم صاحب اور حضرت پروفیسر صاحب نے لکھی ہوئی ہیں حضرت ہر جگہ کی نشاندھی فرماتے مسجد خیف میں اپنی چھڑی کے اشارہ سے حضرت آدم کی قبر کی جگہ کا بتایا ۔ فرماتے اس قطار میں گیارہ انبیاء دفن ہیں پہلی قبر حضرت آدم علیہ السلام اور آخری حضرت نوح علیہ السلام کی اور درمیان میں تو دوسرے انبیاء ہیں اس عمرہ کے

آخر میں جب مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت ہونے لگے تو آپ کی ہچکی بندی ہوئی تھی سہارا دے کر آپ کو روضہ اطہر سے باہر لائے یہ کیفیت دیکھ کر حضرت مولانا محمد اکرم صاحب فرمانے لگے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت کا آخری عمرہ ہے اور ایسا ہی ہوا ایک دفعہ میری پوسٹنگ مرالہ کے قریب دھل فارسٹ میں تھی جنگل میں ہمارا کیمپ تھا نزدیک ہی دریائے چناب تھا اس کے قریب کنارے پر دو بہت لمبی پختہ مزار نما قبریں تھیں پکی سڑک پر انکے متعلق بورڈ لکھا ہوا تھا ایک کا نام اضون علیہ السلام اور دورے کا نوح علیہ السلام لکھا ہوا تھا لوگوں کا عقیدہ تھا کہ یہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بیٹے ہیں میں نے حضرت کو لکھ بھیجا حضرت نے جوابی خط میں ارشاد فرمایا دونوں بزرگ ہیں اور آپ کا شکریہ ادا کر رہے ہیں کہ انکی طرف آپ کی وساطت سے توجہ ہوئی اور دونوں کے منازل کی نشاندھی کی اور ساتھ لکھا کہ ہندوستان میں چھ انبیا کے مبعوث ہونے کی سمجھ لگتی ہے

میں اکثر حضرت سے عرض کرتا کہ حضرت ہم سے کوتاہیاں ہوتی ہیں آپ کے پاس آتے ہیں تو کمی پوری ہو جاتی ہے اور ہم اپنے آپ کو پھر تازہ پاتے ہیں آپ کے بعد معلوم نہیں ہمارا کیا حال ہو گا فرماتے دعا کرو اللہ تعالیٰ نے جو انعامات مجھے عطا فرمائے ہیں وہ ایمان کے ساتھ لے کر برزخ میں جاؤں پھر میرے پاس آؤ گے تو اس سے بھی زیادہ توجہ پاؤ گے فرمایا دنیا کے جھنجھٹ میں توجہ بٹ جاتی ہے لیکن برزخ میں توجہ تام ہوتی ہے

ایک دفعہ فرمانے لگے میرے بعد انکی آپس میں جھگڑا کریں گے ۔ ہر کوئی یہی کہے گا کہ میں بھی تو اسی استاد کا شاگرد ہوں فرماتے تھے جس نے مجھ سے فیض حاصل کیا اس کو انشاء اللہ کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا اکثر فرماتے مجذوب لوگوں کے لطائف سلب کر لیتے ہیں لیکن میرے شاگرد اللہ کے فضل سے محفوظ ہیں ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا

حضرت بہت صابر تھے آخری بیماری کی تکلیف ناقابل بیان ہے ۔ پانی کا گھونٹ تک پینا دشوار تھا میں نے عرض کیا حضرت تھوڑا بہت کھا لیا کریں طاقت آئے گی بول نہیں سکتے تھے لکھ کر فرمایا دل تو بہت چاہتا ہے لیکن کھا نہیں سکتا بیماری میں بھی چہرے پر رعب اور جلال اور طمانیت بدستور قائم تھی

حضرت کا پورا جسم سفید نشانات سے بھرا ہوا تھا ۔ میں نے عرض کیا حضرت اس کا علاج کروائیں فرمانے لگے بیماری ہو تو علاج کرواؤں ۔ ایک رات سونے سے پہلے فرمانے لگے کمر میں کھجلی کر دو

میں نے ہاتھوں سے کھجایا فرمانے لگے نہیں ناخنوں سے کرو میں نے نرم ناخنوں سے ملا فرمانے لگے زور سے کرو تھوڑا زور سے کرنے سے خون رسنا شروع ہو جاتا تھا انوارات و تجلیات کی وجہ سے پورا جسم جلا ہوا تھا

نمود و نمائش سے سخت نفرت تھی جنرل ضیاء کے زمانہ میں شاید ۱۹۸۰ء میں مشائخ کانفرنس ہوئی ملک کے تمام مشائخ مدعو تھے حضرت کو بھی دعوت ملی کانفرنس میں چند لمحے بیٹھے اور چلے آئے فرمانے لگے بے دین لوگ اکٹھے ہوئے ہیں اور مشیخیت کا ڈھونگ رچایا ہوا ہے ۔ انکی تو شکلیں بھی سنت کے مطابق نہیں کانفرنس سے سخت بیزار ہوئے

علماء کی محفل کو بہت پسند فرماتے دین کے مسائل پر بات چیت میں بہت خوش رہتے آپکی آواز بلند اور بارعب تھی تلاوت کا ایک اپنا ڈھنگ تھا جو مسحور کن تھا عورتوں کی محفل سے سخت تنگ پڑتے کیونکہ وہ دین کی بجائے تعویذ اور ذاتی مسائل میں الجھائے رکھتیں

اپنے شاگردوں سے بہت محبت فرماتے فرداً فرداً سب کی تعریف فرماتے حضرت مولانا اکرم صاحب سے خصوصی محبت تھی فرماتے اکرم میری جماعت کا جرنیل ہے ان کے چھوٹے چھوٹے چٹکلوں سے حضرت خوب محظوظ ہوتے شروع میں دوران ذکر اکثر اکابرین شعر پڑھتے اور آیات تلاوت فرماتے منارہ سکول میں شام کا معمول

تھا حضرت نے سب کو سختی سے منع کر دیا کہ کوئی ذکر کے دوران نہ بولے توجہ ہٹتی ہے ۔ صرف اکرم (حضرت مولانا محمد اکرم) بول سکتا ہے کیونکہ یہ ساتھیوں کو خوب کھینچتا ہے

حضرت مولانا محمد اکرم صاحب کا حضرت کی زندگی میں کچھ اپنا ہی سٹائل تھا انکی خصوصیات کا اول تو علم چند لوگوں تک محدود تھا دوسرے طبیعت میں جلال کی وجہ سے بہت کم لوگوں میں ہمت تھی کہ تعویذ وغیرہ کے لئے عرض کر سکتیں مجھے پہلے مرتبہ عمرہ کے دوران معلوم ہوا کہ حضرت مولانا محمد اکرم صاحب کے ادراک بہت وسیع ہیں جماعت میں جو چوٹی کے کشف والے بزرگ مانے جاتے تھے وہ بھی جہاں شک ہوتا حضرت مولانا محمد اکرم صاحب سے رہنمائی حاصل کرتے

حضرت رحمتہ اللہ علیہ کی زندگی کے شب روز ساتھیوں نے سپرد قلم کئے ہیں میں نے بھی برکات حاصل کرنے کے لئے چند سطور کا اضافہ کر دیا ہے ۔ اللہ تعالیٰ حضرت کے درجات بلند فرمائیں اور آپکے تمام رفقاء کو ایمان و استقامت عطا فرمائیں آمین (غلام سرور)

حبیب خان صاحب جن کا تعلق موہڑہ کور چشم تحصیل و ضلع چکوال سے ہے تحریر کرتے ہیں کہ " میں اپنے گاؤں میں تھا جہاں مولوی محمد اسمٰعیل صاحب نے درس قائم کر رکھا تھا۔ یہاں کافی طلبہ پڑھنے کے لیے رہ رہے تھے جن میں حضرت مولانا اللہ یار خان صاحب بھی تھے میری ملاقات پہلی بار ان سے زمانہ طالب علمی ہی میں ہوئی۔ انہیں ایک کتاب کی ضرورت تھی میں نے آپ کو خرید کر پیش کی میں وہاں سے چک نمبر ۶۲ جنوبی ضلع سرگودھا منتقل ہو چکا تھا وہاں سے جب بھی آبائی گاؤں موہڑہ جانا ہوتا تو اکثر وقت ان کے ساتھ گذرتا۔ اس طرح آپس میں کافی انس پیار پیدا ہو گیا تھا۔ ۱۹۲۸ء یا ۱۹۲۹ء کی بات ہے۔ تین چار سال حضرت نے محمد اسمٰعیل صاحب سے درس لیا پھر وہاں سے چلے گئے۔

دو برس بعد حضرتؒ چک نمبر ۲۶ میں میرے پاس تشریف لائے سابقہ تعلقات کی وجہ سے میری خواہش تھی کہ وہ ہمارے یہاں آجائیں تاکہ مسجد میں رونق ہو ۔ آپ مان گئے اور بعد میں اپنی اہلیہ محترمہ کو بھی ہمراہ لے آئے اور الگ پردہ والی رہائش کا انتظام کر دیا گیا آپ یہاں رہائش پذیر ہو گئے

چک میں تمام آبادی سینوں پر مشتمل تھی صرف ایک گھر شیعہ تھا۔ اس نے مجلس کے لیے اپنے مذہب

کے ذاکر بلوائے اور یہ ان کے دستور کے مطابق شام کے بعد شروع ہونا تھی۔ حضرت سے میری بے تکلفی اور دوستی تھی یہی وجہ تھی کہ آپ نے جب مجلس کا سنا تو اس کا سد باب کرنے کے لیے مجھے فوراً بلوا لیا۔ اس وقت میں گھر پر نہ تھا ڈیرہ پر تھا جب گھر کی طرف آ رہا تھا تو حضرتؒ مجھے راستے ہی میں مل گئے۔ ذاکر اپنی مجلسوں میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے خلاف ہر طرح کی خرافات بکتے ہیں اور کوئی بھی غیرت مند یہ گوارا نہیں کر سکتا۔ آپ نہایت غصے میں تھے آپ نے فرمایا حبیب خان میری موجودگی میں یہ مجلس ہر گز نہ ہو گی۔ چنانچہ ہم کافی آدمی اکٹھے ہو کر حضرت جی کی سرکردگی میں جو خود سوٹی اٹھا کر آگے آگے تھے جاتے ہی ان پر حملہ آور ہوئے۔ وہ تمام بھاگ کھڑے ہوئے۔ اندھیرا ہو چکا تھا۔ انہیں بھاگتے ہی بنی ۔ اندھیرے میں وہ فصلوں میں بھاگتے ہوئے نکل کھڑے ہوئے بھگدڑ سی مچ گئی۔ مجلس بلانے والا آدمی آیا اور حضرت جیؒ سے معافی مانگی کہ آئندہ ہم چک میں کبھی مجلس نہ کرائیں گے۔ اپنے مذہب کے مطابق دوسرے گاؤں میں جا کر مجلس سن لیں گے۔ اب چک میں تین چار گھرانے شیعہ ہیں لیکن حضرتؒ کے اس روز کے اقدام کا نتیجہ یہ نکلا کہ نصف صدی سے زاید گذر چکا لیکن آج تک چک نمبر ۲۶ میں مجلس نہیں ہوئی۔ حضرت جیؒ کی وضع داری یہ تھی کہ جب بھی لنگر مخدوم تشریف لاتے واپسی پر ایک دو گھنٹے چک میں ضرور آتے اور میں وہاں نیاز حاصل کر لیتا کیونکہ میں بڑھاپے اور دردوں کی وجہ سے

ادھر ادھر جا نہیں سکتا تھا ۔ حضرت جیؒ کی محبتیں مجھے آخر وقت تک حاصل رہیں اور ایک زندگی کا عزیز ترین سرمایہ ہیں۔ یہ واقعہ حضرت جیؒ کی غیرت ایمانی کا مظہر ہے۔

حضرت جیؒ تو چلے گئے اور ہم بھی تیار بیٹھے

(حبیب خان)

ایک دلچسپ مناظرے کا تذکرہ آپ نے بیان فرمایا

بلکسر (چکوال) کے نواح ایک گاؤں کے شیعہ ایک مولوی کو میرے ساتھ مناظرے کے لئے آئے جس کی دلچسپ گفتگو آپ نے یوں بیان فرمائی

حضرت ۔ مولوی صاحب مناظرہ نظیر سے مشتق ہے یا نظر سے ، نظر سے بتائیں تو کیا مطلب بنے گا اور اگر نظیر سے لیں تو کیا مفہوم ہو گا ؟

مولوی صاحب پر گھبراہٹ طاری ہو گئی کبھی ایک لفظ اور کبھی دوسرا بتائیں کہ اس سے مشتق ہے

حضرتؒ : ۔ نہج البلاغہ کھولکر سامنے رکھتے ہوئے ۔ اس کتاب کی چار سطریں پڑھ کر معنی تو بیان کر دیں ساتھ ہی واسکٹ کی جیب سے ۸۰ روپے نکال کر میز پر رکھ دئے عبارت اور معنی ٹھیک ہوں تو یہ رقم آپ کا انعام ہے

مولوی صاحب پریشان ہیں کہ میرا واسطہ کس سے آپڑا

مولوی صاحب ۔ مجھے تو یہ لوگ صرف نبی کریم کی پیدائش اور وفات کے دن کے واسطے سے تقریر کروانے لے آئے ہیں ۔ اور اس دن میں بھی اختلاف ہے

حضرتؒ ۔ کیا نبی کریم کی حیات و وفات کا دن پہچاننا فرض ہے ؟

مولوی صاحب ۔ فرض عین ہے

حضرتؒ ۔ میرا دعویٰ ہے کہ حضور کی ذات کا پہچاننا بھی فرض عین نہیں بلکہ آپؐ کے دعوے کو پہچاننا فرض

ہے کیونکہ آپؐ کی ذات کو تو قریش ویہود سب پہچانتے
تھے عرب خوب جانتے تھے
پیغمبر جو دعویٰ کرتا ہے اسکو ماننا اور تسلیم کرنا تو ضروری
ہے لیکن آپ نے کہاں سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ آپ
کی حیات و وفات کو ماننا فرض ہے

مولوی صاحب ۔ پانچ نمازیں جو پڑھتے ہو اسکو قرآن سے
ان اوقات پر ثابت کر دو ؟
حضرتؒ ۔ آپ کو تو میں نے عالم سمجھا تھا لیکن آپ
مطلق جاہل ہیں میں نے انکار اس بات کا کیا ہے کہ
حیات و فات کا دن پہچاننا فرض ہے نہ واجب بلکہ سنت
بھی نہیں میں نے چونکہ اس کا انکار کیا ہے اب ثبوت
دینا آپ کے ذمہ ہے
اور اگر تم پانچ نمازوں کا انکار کرتے ہو پھر تو ثبوت
میرے ذمہ ہے شیعہ اگر نمازوں کا انکار کرے تو کافر ہوتا
ہے یا مسلمان ؟
مولوی صاحب ۔ کافر
حضرت ۔ تو کرو پھر انکار تاکہ میں ثبوت دوں
(لیکن اب بیچارے کے لئے شجاے ٔ ماندن نہ پائے
رفتن، ہاتھ کھولنے اور باندھنے پر بات شروع کر دی)
مولوی صاحب ۔ حضرت ابوبکرؓ ہاتھ سینے پر باندھتے تھے
اور کہتے تھے میرا دل قابو میں رہے حضرت عمر پیٹ پر
باندھتے کہ پیٹ قابو رہے حضرت عثمان نیچے باندھتے کہ
نفس قابو رہے حضرت علی چونکہ ہر چیز سے پاک تھے اس
لئے وہ کھلے رکھتے
حضرت ۔ اس کا ثبوت ؟کیونکہ یہ تو صرف دعویٰ ہے۔
نیز مناظرے میں مصنف فریقین پیش کی جاتی ہے تو پیش
کرو
مولوی صاحب:بخاری شریف
حضرت ۔ بخاری شریف سے یہ دکھاؤ
مولوی صاحب ۔ میرے پاس تو بخاری شریف ہے ہی
نہیں۔
حضرت ۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ لڑائی کے لئے جانے
والا سپاہی اسلحہ گھر رکھ جائے

بخاری شریف میں منگوا لیتا ہوں اگر یہ مسئلہ نہ نکلا تو !
شرط ہمارے ہاں ناجائز ہے لیکن اب آپ سے بات
کرتے ہیں ۔ مسئلہ نکل آیا تو میں سو روپے دونگا ساتھ
ہی شیعہ ہونے کا بھی اعلان کروں گا اور اگر مسئلہ نہ
نکلا تو!
سو روپے آپ کو دینا ہو گا اور اعلان بھی کرنا ہوگا کہ
کہ شیعہ مذہب کفر ہے اور اس سے تائب ہوتا ہوں
اور سنی مذہب اختیار کرنے کا اعلان کرتا ہوں.
یہ تو اس نے لکھ دیا
مولوی صاحب ۔ بخاری شریف نارنگ والی چاہئے
حضرت ۔ نارنگ کوئی پیغمبر ہوا ہے جو وہاں کی بخاری ہو
گی بخاری تو مدینہ شریف کی محمد رسول اللہ کی زبان
سے نکلی ہے ۔
مولوی صاحب ۔ مولوی اسمٰعیل کو بلاتے ہیں
حضرت ۔ اسکو بھی بلا لو
پاکستان بننے کے بعد یہ پہلا مناظرہ تھا پندرہ سولہ گاؤں
کی مخلوق اکٹھی تھی ٹرک بسیں و ویگنیں بھر بھر کر دور
سے لوگ آئے ہوئے تھے حضرت ڈھڈیاں سے ہو کر
واپس آئے تو اس اثنا میں شیعہ مولوی اسمٰعیل کو بھی
لے آئے۔دس گیارہ سنی عالم بھی جمع تھے ایک عالم کو
کہا تمہیں صدر بناتے ہیں کہنے لگے میرا تو جی حافظہ
کمزور ہے
حضرت :۔(مولوی اسمٰعیل سے) اپنا صدر منتخب کراؤ
مولوی اسمٰعیل : میں خود ہی صدر ہوں اور مناظر بھی
حضرت تمہیں بلانا ہو تو صدر کہیں یا مناظر ؟
اچانک حضرتؒ کی نظر سید ولایت شاہ پر پڑی جس کو سنی
نذرانے دیتے تھے حالانکہ خود شیعہ تھا
حضرتؒ کی خواہش تھی کہ آج سید ولایت کا لوگوں کو
پتہ چل جائے کہ یہ سنی نہیں بلکہ شیعہ ہے
حضرتؒ ۔ سید ولایت شاہ کی موجودگی میں تم لوگوں کا
اور صدر کون ہو سکتا ہے لہٰذا اس کو اپنی صدارت کے
لئے بٹھاؤ پیر ولایت کو شیعہ کا صدر بنا دیا گیا
حضرتؒ ۔ او سنیو ! دیکھ لو پیر ولایت تو لالچ میں شیعہ ہو

کیا ہے اب تو حیا کرو اور اس کو اپنا بزرگ نہ مانو۔
مولوی اسمٰعیل کو بتایا گیا کہ تم سے قبل یہ مولوی صاحب ترک مذہب اور ۱۰۰ روپیہ کا وعدہ کر چکے ہیں کہ بخاری میں نماز کے دوران ہاتھ باندھنے اور کھولنے کا مسئلہ اس طرح سے ہے

حضرتؒ ۔ مولوی اسمٰعیل بخاری سے مسئلہ ثابت کرو

مولوی ۔ اسمٰعیل یہ تو جاہل ہے میں بھی جاہل بن جاؤں

مولوی صاحب سے ۔ تم نے کیسے یہ شرط رکھی ہے بخاری میں یہ مسئلہ تو کہیں نہیں

حضرتؒ۔ چلو سنی نہیں ہوتا تو نہ سہی ۱۰۰ روپے تو بھیج دو انجمن میں جمع کروا دیتے ہیں

۱۰۰ روپیہ مجبورا ادا کر دیا گیا

مولوی اسمٰعیل نے مسئلہ تحریف قرآن پر مختصر تقریر کر کے ختم کر دی

حضرت ۔ پندرہ سو روپیہ والا بیل میدان میں بیٹھ جائے تو اسکو ذبح کر دیتے ہیں اور تم بھی ذبح کے قابل ہو کیونکہ ڈیڑھ ہزار روپیہ دے کر تمہیں یہ لوگ لائے ہیں

اسمٰعیل بڑا سٹ پٹایا کسے ننگا بیٹھا تھا اوپر سے کسی چھوکرے نے سر پر مٹی پھینک دی گھبراہٹ میں اٹھا اور یوں مناظرہ ختم ہو گیا (حافظ غلام قادری)

خلافت بنو عباس کا زمانہ تھا۔ اس زمانہ میں یہ فتنہ زوروں پر تھا کہ آیا قرآن مخلوق ہے یا غیر مخلوق خلیفہ وقت معتزلہ علماء کے زیر اثر ہونے کی وجہ سے یہ عقیدہ اپنائے ہوئے تھا کہ قرآن مخلوق ہے چنانچہ خلیفہ کے عقیدہ کی مخالفت کرنے والوں کے لیے اس نے کڑی سزاؤں کا اعلان کر رکھا تھا۔ حضرت احمد بن حنبلؒ جو امام زمانہ تھے اس عقیدہ کے خلاف تھے۔ جب امام برحق نے خلیفہ کے عقیدہ کے خلاف برسر عام اپنے عقیدہ یعنی قرآن کے غیر مخلوق ہونے کا اعلان کیا تو آپ کو برسر عام کوڑے لگنے کی سزا سنائی گئی۔ چنانچہ

جب اللہ تعالٰی کے اس برگزیدہ بندہ کو پابہ زنجیر بغداد کی گلیوں سے گذار کر میدان مکافات میں لایا جا رہا تھا تو سامنے سے ایک نامی گرامی چور ابن حیثم کو بھی بیڑیاں پہنا کر جیل خانہ میں لے جایا جا رہا تھا۔

یہ چور باوجود جرائم پیشہ ہونے کے امام سے گہری عقیدت رکھتا تھا اور ان کو اپنا شیخ مانتا تھا۔ جب اس نے اپنے شیخ کو اس حالت میں دیکھا تو اپنے نگہبانوں سے کہنے لگا مجھے ان سے ایک بات کرنے دو جب اس کو اجازت مل گئی تو ان کے نزدیک ہو کر ان کے کان میں یہ کہا میں ایک نامی گرامی چور ہوں اور یہی میرا پیشہ ہے۔ مجھ پر حد سے زیادہ تشدد کیا جاتا رہا ہے کہ میں اقبال جرم کروں۔ میں نے ہر طرح کی

مصیبت جھیلی لیکن آج تک کبھی اقبال جرم نہیں کیا۔ آپ اللہ تعالٰی کے دوست ہیں اور آپ کو اس امتحان سے دو چار ہونا پڑ گیا ہے۔ یاد رہے اگر آپ اس امتحان میں کامیاب ہو گئے تو اللہ تعالٰی کے ہاں اجر عظیم ہے میں آپ سے یہ استدعا کرتا ہوں کہ کہیں سزا کی سختی آپ کے پائے ثبات کو متزلزل نہ کر دے۔ آپ کا معاملہ بہت نازک ہے کیونکہ رب کریم کے ساتھ ہے۔

حضرت احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ اس کی بات نے میری دل پر گہرا اثر کیا اور میری ارادت و استقامت میں مزید اضافہ کیا۔ چنانچہ جب میری پیٹھ پر کوڑے کی ضرب پڑتی تو میرا عزم اور مضبوط ہو جاتا اور میرے دل سے اس کے لیے دعا نکلتی جب آپ مرض موت میں گرفتار ہوئے تو آپ کو یہ کہتے سنا گیا ۔ اے اللہ ابن حیثم پر رحم فرما جب ان کے بیٹے نے یہ بات سنی تو عرض کیا ابا جان یہ خوش نصیب کون شخص ہے جس کے لیے آپ اس حالت میں دعا فرما رہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ابن حیثم کی ملاقات اور اس کی نصیحت پر روشنی ڈالی ایک دن اعلٰی حضرت مولانا اللہ یار خان اس واقعہ کا ذکر فرما رہے تھے۔ جب آپ نے اس کا خیال کیا تو معلوم ہوا کہ وہ تو برزخ میں زیر عتاب ہے۔ آپ نے القا فرمایا تو رب العالمین نے اس سے عذاب

اٹھا لیا۔ حضرت جی" نے اس سے پوچھا کیا حال ہے۔ کہنے لگا اللہ تعالیٰ نے بہت احسان فرمایا ہے جو مجھ سے عذاب اٹھا لیا۔ یہ سب میرے شیخ المکرم کی دعا کا نتیجہ ہے حضرت جی" نے اس سے کہا کہ حضرت احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ تو مستجاب الدعوات تھے اور انہوں نے تیرے حق میں دعا بھی کی تھی پھر تیرے ابھی تک زیر عتاب رہنے کے کیا معنی۔

کہنے لگا جب میں عالم برزخ میں آیا تو رب العالمین نے مجھ سے فرمایا اگر تو چاہے تو تیری سزا کو قیامت تک ملتوی کر دیا جائے اور اس عالم میں تو اپنے شیخ کی خدمت میں چورو مجرم کی حیثیت سے حاضر ہو۔ اور اگر یہ منظور نہ ہو تو ابھی اپنی سزا کاٹ لے تاکہ سرخرو ہو کر اپنے شیخ سے ملے اور ہمیشہ اس کے ساتھ رہے۔ چنانچہ میں نے اسی عالم میں سزا کاٹنے کو منظور کیا۔ کیونکہ مجھ کو اپنے شیخ سے چور اور مجرم ہونے کی حیثیت سے ملنے میں حیا آتی تھی۔ حضرت جی رح فرماتے تھے کہ یہ شخص کتنا بہادر تھا اور اس کے دل میں اپنے شیخ کی عقیدت اور عظمت اس درجہ کی تھی کہ اس نے کئی صدیوں تک کے عتاب کو قبول کر لیا لیکن اپنے آپ کو اپنے شیخ کے پاس حالت عتاب میں پیش ہونا قبول نہ کیا۔ یہ واقع اس سلسلہ کے سالکین کے لیے درس عبرت ہے۔ اس سے یہ سبق لے کر اپنے آپ کو اس قدر پاکیزہ رکھیں کہ اپنے مشائخ سے عالم برزخ میں ملتے وقت اپنی معاصی کی وجہ سے پریشان نہ ہوں اور اپنے مشائخ کی عقیدت اور عظمت کو دل میں وہ جگہ دیں جو ان کی شایان شان ہے اے اللہ تو مجھ عاصی اور تمام سالکین سلسلہ کو مشائخ کی عظمت سے آشنا کر دے اور کبھی ان کی عقیدت کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے۔ اے اللہ بے شک تو اسی چیز پر قادر ہے۔ (ڈاکٹر محبوب خان)

ایک دفعہ حضرت العلام مولانا یار خاں رحمتہ اللہ علیہ کی محفل میں کسی نے حضرت خضر علیہ السلام کی بابت سوال کیا۔ اس محفل میں کئی ایک پرانے صاحب بصیرت حضرات بھی موجود تھے۔ آپ نے حاضر صحاب کشف حضرات کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا چلو ان کے پاس چلیں اور خود انہی سے ان کے حالات دریافت کریں۔ اگرچہ آپ بہت اعلیٰ درجہ کی بصیرت کے مالک تھے لیکن اپ کا قاعدہ یہ تھا کہ جب کسی چیز کو کشفی طور پر جاننے کا ارادہ فرماتے تو صاحب بصیرت حضرات کو ان معاملات میں شریک فرما لیتے۔ چنانچہ ان حضرات میں سے کسی نے فرمایا کہ حضرت خضر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں ذوالقرنین کی فوج میں ملازم تھا۔ جس وقت اس نے یاجوج ماجوج کو روکنے کے لیے قائم کی تھی میں وہاں موجود تھا۔ میں اپنے وقت کا قطب مدار تھا۔ جب رب العالمین نے مجھے اس جہاں سے اٹھا لیا تو میری روح کو یہ قدرت عطا فرمائی کہ اس جہاں میں جو کام مجھ سے لیا جاتا ہے کام وہ روح کرتی ہے جیسے جسم سے سرزد ہو رہا ہو۔ چنانچہ جس واقع کو رب العالمین نے قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے یعنی میرے اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان اس واقعہ میں میری طرف سے تمام منسلک کام روح کے تھے جسم کے ہرگز نہ تھے۔ اور تمام مکالمہ میرے روح اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے روح بمع جسم کے درمیان ہوا اس کے بعد آج تک جو بھی حضرات منصب قطب مدار پر فائز ہوتے ہیں مجھ کو ان کا معاون مقرر کر دیا جاتا ہے۔ اور میں یہی ڈیوٹی سر انجام دیتا ہوں۔ ایک ساتھی نے سوال کیا کہ ان کا لباس کیسا ہوتا ہے تو صاحب مشاہدہ حضرت نے فرمایا کہ ایسا نظر آتا ہے کہ انہوں نے کپڑوں کے اوپر ایک جیکٹ پہنی ہوئی ہے جس پر سنہری تلّے کی کڑھائی کی ہوئی ہے اور جوتا بھی سنہری تلہ سے کاڑھا ہوا ہے۔ راقم الحروف سے پچھلے رمضان ایک صاحب مشاہدہ ساتھی نے بیان کیا کہ آج میں نے خضر علیہ السلام کو دارالعرفان کی اوپر والی سیڑھی پر

Now under the spiritual leadership of Hazrat Maulana Mohammad Akram, the living Shaikh of the brotherhood, over seas mission has been expanded to a large mumber of countries, like *United States* of America, *Canada, U.K.* a number of *European* countries, a mumber of *Arab* Countries, *Bangla Daish, Thailand* and a few *Afirican* countries.

Every year, the Shaikh along with a number of other competent evangelists, tour over seas, meet seekers, educate them in salook and provide them spiritual guidance and help them to organize their local group ZIKR circles. In a number of over seas citities, regular centres have been acquired, Majazeen have been appointed.

Calls are being received from new seekers from for away places. This mission of the *Hazrat ji* is marching on. Allah is with us, we have the blessings of the Holy Prophet (peace be upon him). This silent revolution started by *Hazrat ji* will take over the whole world. Insha Allah.

* * * * * *

کھڑا ہوا دیکھا تو پوچھا ۔ آپ بہت دنوں کے بعد آپ کو دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا میں اکثر آتا رہتا ہوں لیکن آپ سے ملاقات نہیں ہوئی۔ آج بھی کسی کام سے آیا ہوں۔ میں سمجھ گیا کہ یہ صاحب مدار کے ساتھ آئے ہوئے ہیں یاد رہے اس وقت کے تمام مناسب سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ میں منتقل ہیں۔ اس لیے صاحب مدار بھی جو ہم ہی میں سے کوئی صاحب ہیں یہیں تشریف فرما ہوں گے ۔

(کرنل محبوب خان)

ممبرشپ فارم

حوالہ نمبر ________ تاریخ تجدید ________

نام ________

پتہ ________

____

پوسٹ کوڈ ________

○ سالانہ خریدار ۱۰۰ ار روپے ○ تاحیات ۱۰۰۰ ار روپے

آج کا صلاح الدّین ایوبیؒ

(مولانا محمد اکرم اعوان)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ
① الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ② مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ③ اِیَّاکَ
نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ④ اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ⑤
صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ ⑥ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ
وَلَا الضَّآلِّیۡنَ ⑦ آمین

میری ہمیشہ سے یہ عادت رہی ہے الحمد اللہ کہ قرآن حکیم کو کھولا جہاں سے کھل گیا کسی بھی آیت کا ترجمہ کر دیا کیونکہ قرآن حکیم سارے کا سارا کتاب ہدایت ہے اور قرآن کا اعجاز یہ ہے کہ اس کی کوئی سی آیت لے لیں ہر آیت اپنے مفاہیم کے اعتبار سے انسان کی پوری زندگی کے تمام صورتوں کو زیر بحث لے آتی ہے ۔ خیال آج بھی ویسا ہی تھا لیکن پھر مجھے خیال آیا کہ آج جس دور سے ہم گزر رہے ہیں ہمارا جو حال ہے اس کے اعتبار سے کیوں نہ قرآن حکیم کے افتتاحیہ سے ابتدائی نتیجے جو اسلام کی ' مسلمانوں کی ' اسلامی زندگی ' اسلامی اخوت ' اسلامی دوستی ' اور اسلام کے لئے دشمنی یا اسلام مسلمان سے کیا چاہتا ہے ۔ اسلام مسلمان کو کیا دیتا ہے ۔ اس کی بنیادی بات بھی

ہو جائے ۔ یعنی بات کرنے والا بھی مکلف اس بات کا ہے کہ جسے وہ حق سمجھتا ہے اسے بیان کرے اب وہ آواز کہاں تک پہنچتی ہے کون اس سے اثر قبول کرتا ہے ۔ یہ میرے رب کی مرضی ہے انسانوں کو اللہ نے اس کا اختیار دیا ہے وہ اس بات کو پسند کریں یا اس کو قبول نہ کریں ۔ ہم سب کو اللہ کے حضور واپس جانا ہے اور اپنے کردار اپنے اعمال کا حساب دینا ہے اس اعتبار سے ہر شخص آزاد ہے کہ وہ اس دن کے لئے جس بات کو پسند کرتا ہے اسے مان لے ۔ آج کی صورت

اس لئے عجیب نہیں کہ ساری مغربی دنیا ایک چھوٹے سے مسلمان ملک پر چڑھ دوڑی ہے یہ بالکل ایسا ہی ہونا چاہئے اس میں کوئی حیرت کی بات نہیں ۔ حیرت کی بات یہی ہے کہ مغربی دنیا کے ساتھ ساری مسلمان حکومتیں اور مسلمان کا ایک بہت بڑا بلاک سرکاری سطح پر اس جنگ میں حصے دار ہے اور سب کے نزدیک سارا قصور مسلمان حکومت کا ہے اور سارے کافر حق پر ہیں ۔ سب سے عجیب تر بات یہ ہے میں نے قابل قدر علماء کرام کے مضامین پڑھے ہیں ہندوستانی مسلمانوں کے جو مذہبی قائدین ہیں ان کے مضامین بھی مجھ تک پہنچے ہیں پاکستان کے تقریباً ہر مکتب فکر اور ہر بڑے مدرسے کی اشاعت جو ہوتی ہے وہ تقریباً میرے پاس بھی ہوتی ہے ۔ ہمارے علماء حضرات نے بھی ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا ہے اس بات پر کہ امریکن افواج کو سعودی عرب میں دعوت دینا جو ہے یہ اسلام ہے ۔ اور اس پر بڑی بڑی دلیلیں لائے ہیں پیشتر اس کے کہ میں ان آیات کا ترجمہ عرض کروں میں ایک سرسری سا جائزہ اس کا کرنا چاہوں گا ۔

میرے ناقص خیال میں ' میں نہ مفتی ہوں اور نہ میں کوئی فاضل ہوں نہ صاحب علم ہوں میں بالکل ایک عام آدمی ہوں لیکن ایک ایسا انسان جسے اپنے مسلمان ہونے کا دعویٰ بھی ہے اور اپنے بہتر مسلمان ہونے کے لئے ہاتھ پاؤں بھی مارتا رہتا ہے ۔ یہ الگ بات ہے کہ انسان ہونے کے ناطے بے شمار کوتاہیاں بے شمار کمزوریاں بے شمار خطائیں میرے ساتھ ہیں میری زندگی کا حصہ ہیں میرے وجود کا حصہ ہیں میں نہ فرشتہ ہوں نہ نبی ہوں ایک عام انسان ہوں غلطی ہو سکتی ہے ۔ لیکن اللہ کا یہ احسان ہے مجھ پر کہ میں ہر لمحہ ایک بہتر مسلمان بننے کی کوشش میں اور عملاً بھی لگا رہتا ہوں ۔

اس نقطہ نظر سے جو بات میری سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر لمحہ ہر آن اللہ کا ارشاد اللہ کی مخلوق تک پہنچایا اور اس پر زندگی کا ہر لمحہ صرف فرماتے رہے۔ دنیا سے پردہ فرماتے وقت سب سے آخری ارشاد جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا محدثین نقل فرماتے ہیں اور اس انداز میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لب مبارک ہل رہے تھے آواز سنائی نہیں دیتی تھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا کان لب ہائے مبارک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لگایا وہ راوی ہیں اس حدیث کے کہ تین باتوں کا حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس وصیت میں فرمایا جس میں ایک بات بڑے زور دے کر فرمائی تھی کہ یہودیوں کو جزیرہ نمائے عرب میں ٹھہرنے کی اجازت نہ دی جائے۔ دیکھیں کتنا کریم رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھا اللہ کا۔صلی اللہ علیہ وسلم۔ جس نے دشمنوں کو معاف کیا مشرکین مکہ سے بڑھ کر ایذا دینے کا دنیا میں کوئی تصور نہیں جب سارے مفتوح بن کر آپ کے غلام بن چکے تو فرمایا کوئی بدلہ نہیں لیا جائے گا۔ کوئی زبردستی بھی نہیں ہے کہ سارے مسلمان ہو جائیں جاؤ تم آزاد ہو۔

اپنے چچا کے قاتل کو نہ صرف معاف فرمایا اسے صحابی بنایا اپنے ذاتی دشمنوں کو نور اسلام سے منور کر کے اسلام کے درخشندہ ستارے بنا دئے۔

لیکن اللہ کا اتنا کریم رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو کائنات کے لئے رحمت مجسم ہے وہ یہود کے معاملے میں دنیا سے پردہ فرماتے ہوئے بھی حکم دے رہا ہے۔ کہ یہودیوں کو اس سرزمین پر رہنے کی اجازت نہ دی جائے اور اگر کوئی یہودی عرب میں ہیں تو انہیں نکال دیا جائے اور آئندہ کسی یہودی کو یہاں آنے نہ دیا جائے سکھوں کے لئے عیسائیوں کے لئے ہندوؤں کے لئے

دوسرے کافروں کے لئے صرف حرم کی حد میں جانا منع ہے عرب میں رہنا منع نہیں ہے۔ یہودی کے لئے پورے جزیرہ نمائے عرب میں جانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق حرام ہے منع ہے۔

اور خلفائے راشدین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم پر فوراً عمل کیا اور تمام یہودیوں سے جزیرۃ العرب خالی کرا دیا تب سے لے کر اب پہلا موقع ہے کہ یہودی مرد، یہودی عورتیں، امریکن فوج کے روپ میں جزیرہ نمائے عرب میں خیمہ زن ہیں۔ اور یہ پہلا موقع ہے کہ امریکہ نے ہر ملک پر چڑھائی کی ہر جگہ بدمعاشی کی کوریا سے لے کر ویت نام تک اور پانامہ تک کونسا ملک اس کی اس ظاہری دست برد سے بچا اور دنیا کا کونسا ملک ہے جس کے اندر امریکہ تخریب کاری نہیں کرتا اس ساری بدمعاشی میں امریکن آرمی کا ایک اصول رہا ہے کہ عورتوں کی فوج جنگ پر نہیں جائے گی۔

ویت نام میں عورتیں فوج میں نہیں بھیجی گئیں کوئی جاسوس گئی ہوں تو الگ بات ہے لڑاکا فوج نہیں بھیجی گئی کوریا میں امریکہ نے اپنی زنانہ یونٹیں نہیں بھیجیں پانامہ میں زنانہ یونٹیں نہیں بھیجیں جو فوج سعودی عرب میں آئی ہے۔ اس میں ساٹھ فیصد عورتوں کی یونٹیں ہیں۔ اور جتنے فوجی امریکہ کے سعودی عرب آئے ہیں ان میں نوے فیصد مرد عورتیں یہودی ہیں یعنی چھانٹ کر یہودی متعین کئے گئے اور اس میں نصف سے زیادہ تعداد عورتوں کی شامل ہے۔ لڑائی کا جو ہو گا سو ہو گا مگر اس مقدس سر زمین پر زیادہ سے زیادہ بدکاری کی جائے؟ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ جو حضرات اس سارے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں۔ وہ اس سارے پس منظر کو کیوں بھول جاتے ہیں کیا ان کی نگاہ وہاں تک نہیں پہنچتی یا ان کی نگاہوں کو سعودیہ کے ریال کھا گئے۔

ہر مذہبی تنظیم کو وہ پیسے دیتے ہیں ہر مولوی کے منہ سے وہ خود بات کرتے ہیں۔اگر یہ نہ ہو۔یہ الگ بات ہے ہم انہیں وہاں سے نکال سکیں یا نہ نکال سکیں۔لیکن ہمیں اس کو جائز اور اس کے جواز اور اس کو صحیح کہنے کا کوئی حق نہیں۔ایک بات۔

دوسری بات۔میں یہ سمجھتا ہوں عراق نے زیادتی کی، وہ عیاش تھا، یا بدکار تھا، یا بے دین تھا، وہ جیسا بھی تھا وہ اپنے ملک کا حکمران تھا اس کے ملک کے لوگوں کو حق حاصل تھا کہ وہ اسے بدلتے یا نہ بدلتے یہ ان کا مسئلہ تھا لیکن عراق کی زیادتی کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ دنیا کی ساری طاقتیں اٹھ کر اس مسلمان ملک کو نابود کر دیں۔مسلمان دنیا میں صدیوں کے بعد، سلطنت مغلیہ کی تباہی کے بعد اور اورنگ زیب عالمگیر کی آنکھ بند ہونے کے بعد، صدام ایک پہلا مسلمان ہے جس نے کسی مسلمان ملک کو اپنے پاؤں پر کھڑا کیا ہے اور جو کسی سے بھیک نہیں مانگتا۔ آج سے چار صدیاں پہلے اورنگ زیب عالمگیر کی آنکھ بند ہوئی تو روئے زمین پر کوئی مسلمان حکمران اس قابل نہیں تھا کہ وہ اپنے پاؤں

پر کھڑا ہوتا یہ سارے ریموٹ کنٹرول تھے یہ سارے ڈی حکمران تھے۔حکومتیں کافروں کی تھیں۔ان سب نے مسلمانوں کو کافروں کی کالونیوں میں بدل دیا۔پہلے وہ یہاں بیٹھ کر حکومتیں کرتے رہے پھر یہاں سے چلے گئے اور وہاں سے بیٹھ کر یہاں حکومتیں کر رہے ہیں ۔

اگر عراق نے غلطی کی تو اس کا جواز یہ تھا کہ یہ ساٹھ کے قریب مسلمان ریاستیں یہ سارے مل جاتیں یہ ساٹھ حکومتیں مل کر اس کے دروازے پر بیٹھتے اس سے اپنی بات منواتے اگر نہ مانتا تو یہ ساٹھ اس ایک کے ساتھ لڑ بھی لیتے کوئی بڑی بات نہیں تھی اسے مار دیتے' اسے تباہ کر دیتے لیکن مسلمان کو یہودیوں سے مروانا تو کوئی شرافت نہیں۔اسرائیل کے لئے میدان صاف کرنا' یہودیوں کو بچانے کے لئے یہ بہانہ گھڑا امریکہ بہادر نے' امیر کویت کو بہت بری طرح استعمال کیا۔

شاید آپ کو یہ بات بھی نہ معلوم ہو کہ عراق کا جو ایٹمی گھر تباہ ہوا تھا اس پر اسرائیل کے جو جہاز بمباری کرنے گئے تھے وہ کویت سے اڑ کر گئے تھے۔ اسرائیل سے آ کر وہاں تک وہ بغیر ریڈار میں آئے نہیں پہنچ سکتے تھے اور کویت سے اڑ کر وہ وہاں ریڈار کے دیکھنے سے پہلے پہنچ گئے ۔ تب سے لے کر اب

تک کویت عراق کی شہ رگ پر بیٹھا ہوا تھا اور اب دو میں سے ایک بات یقینی ہو گئی تھی یا کویت نہ رہتا یا عراق نہ رہتا اس نے دوبارہ تباہ ہونے کی بجائے کویت پر قبضہ کو ترجیح دی یہ اس کی مجبوری تھی کس کو شوق ہے کہ وہ اٹھ کر لڑائی اپنے سر لے لے ۔

عراق دنیا کا وہ ملک تھا جس میں ہفتے میں تین تین حکومتیں بدل جاتی تھیں اور یہ محاورہ شاید آپ کو یاد ہو کہ عراق میں جس کی آنکھ پہلے کھل جائے اس دن وہ جرنیل حکمران ہوتا۔یہ واحد شخص ہے جو آیا اللہ نے اسے توفیق دی اور آج "گینس بک آف دی ورلڈ ریکارڈ" پر ہے کہ دنیا کا واحد ملک عراق ہے جس کے کسٹم کا سپاہی بھی باڈر پر کھڑا ہوا کسی سے رشوت نہیں لیتا۔واحد ملک عراق ہے جس کا ایک عام شہری' کوئی شہری' کوئی ٹرک ڈرائیور' کوئی ٹیکسی ڈرائیور' کوئی کاشت کار' زیادہ سے زیادہ صدر کو ملنے میں جو دیر ہو سکتی ہے ۔ وہ تیس منٹ ہے ۔تیس منٹ سے زیادہ دیر نہیں ہو سکتی کوئی آدمی بھی جا کر صدر کا گریبان پکڑ سکتا ہے ۔

اور عراق واحد ملک ہے جس کا پریذیڈنٹ لوگوں کے گھروں میں جا کر خیریت معلوم کرتا ہے اور آج آپ نے بی بی سی سے بھی سن لیا ہو گا کہ اس برستی آگ میں بھی یہ شخص گھروں میں جا کر لوگوں سے مل رہا ہے کہ خیر ہے حوصلہ رکھو اگر مرنا ہے تو اللہ کے نام پر مرو لیکن کافر کے سامنے جھکیں گے نہیں ۔

ایک بات میں بھی عرض کر دوں جو میری اسیس منٹ ہے کہ بظاہر اسباب کے لحاظ سے یہ کافر طاقتیں اس سے زیادہ طاقتور ہیں۔کم و بیش اٹھائیس حکومتیں ہیں دنیا کی بڑی بڑی ۔ عراق چھوٹا سا ملک ہے کتنے وسائل ہوں گے ؟ شاید یہ اسے تباہ کر ہی دیں لیکن یہ ضروری نہیں۔چونکہ اللہ کا قانون ہے کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ کتنی کمزور اور کم طاقت جماعتیں کتنی بڑی بڑی طاقتوں پر فتح حاصل کر لیتی ہیں ۔ کیا روس نے کابل کو پوری طرح قابو نہیں کر لیا تھا ایک عام جھونپڑی سے لے کر شاہی محل تک سارے کابل پر روس کا قبضہ نہیں ہو گیا تھا؟ وہ روس آج کہاں ہے ؟

آج تو اس کا پیٹ بھی پھٹ چکا ہے پوری دنیا سے روس کا ہوّا ختم ہو چکا ہے اور آج روس کو پاکستان جیسا گداگر ملک خیرات کے طور پر چاول بھیج رہا ہے انشاء اللہ ایک سپر پاور کابل میں دفن ہو گئی دوسری عراق میں دفن ہو جائے گی۔امریکہ بھی ٹوٹے گا اور اس کی بھی ترپن ریاستیں بنیں گی جو آپس میں ایک دوسرے کا گلا کاٹیں گی ۔

عراق بچ جائے تو اللہ کا احسان ہے اگر یہ مارا بھی گیا تو یہ مرتے مرتے یہ کام کر گیا کہ پوری دنیا کو امریکہ کی سپر میسی سے آزاد کرا گیا۔ساری دنیا ہٹلر کو گالیاں دیتی ہے اور ہمیشہ دیتی رہے گی لیکن یاد رکھیے ہر برے کام میں بھی کوئی اچھائی کا پہلو ضرور ہوتا ہے ہر تخریب میں بھی کوئی تعمیر ضرور ہوتی ہے ہٹلر نے ظلم کیا دنیا کو دوسری عالمگیر جنگ میں دھکیل دیا اور کروڑوں انسان مر گئے لیکن اگر ہٹلر یہ ظلم نہ کرتا تو برطانیہ اور فرانس اپنی کالونیاں آزاد بھی نہ کرتے۔یہاں بھی ملکۂ معظمہ کی حکومت ہوتی۔یہ ہٹلر ہی تھا جس کی تباہی نے انہیں واپسی پر مجبور کر دیا ورنہ افریقہ کو بھی' ایشیاء کو بھی' کب ان کی جان چھوڑتا تھا یہ ابھی تک واپس نہ گئے ہوتے اس نے برائی کی۔اس نے اپنے لئے جو کچھ خریدا' اس نے لوگوں پر جو ظلم کیا' اس کو الگ رہنے

دیں لیکن اس کا ایک نتیجہ یہ بھی ہے یہ آپ کو ماننا پڑے گا ۔ عالمی جنگ تھی جس نے ان گوروں کو واپسی پر مجبور کر دیا ۔

اور اب اگر روس نے اپنی ساری ظالمانہ ہیبت کابل میں آ کر ختم کر لی تو انشاء اللہ امریکہ بھی آئندہ کسی پانامہ کو نہیں لتاڑ سکے گا ۔ بلکہ یہ اپنے زخم بیٹھ کر چاٹا کرے گا ۔ لیکن دکھ اس بات پہ ہے کہ مسلمان اس کا ساتھ نہ دیتے ۔

ہمارے حکمران صرف حکومت کرنے کے لئے زندہ رہتے ہیں انہیں دین سے نہ کوئی غرض ہوتی ہے نہ انہیں کسی کی دنیا کی پرواہ ہوتی ہے یہ سارے غریب پرور خود چوٹی کے امیر ہوتے ہیں یہ سارے غریبوں کے حامی خود ایک خاص طبقے سے تعلق رکھتے ہیں اور جو غریب فقیر کبھی اتفاق سے سلپ کر کے ان کے سرکل میں چلا جائے ان سے زیادہ امیر ہو جاتا ہے ۔

رب کریم نے اسلام کے بنیادی جملے جو قرآن حکیم کی زینت بنا دئے ہیں اور جو داخلہ ہے کتاب اللہ کا فاتحہ الکتاب ۔ قرآن حکیم کا دروازہ ۔ اس میں پہلی بات یہ ہے کہ اسلام میں داخل ہونے کے لئے یہ قبول کرنا پڑتا ہے کہ تمام کمالات صرف اس ذات میں ہیں جو تمام جہانوں میں کمالات بانٹنے والی ہے ۔ الحمد للہ رب العالمین ساری کائنات سارے جہانوں میں جہاں تک کسی شے میں کوئی کمال ہے اس کا ذاتی نہیں ہے اسے کسی نے بخشا ہے اور اصل سارے کمالات کا منبع اس کی ذات ہے ۔ اور سارے کمالات اس کے ذاتی ہیں ۔ اسے کسی نے دئیے نہیں اس سے کوئی لے نہیں سکتا مخلوق کو وہ دیتا بھی ہے لیتا بھی ہے ۔

الرحمان بہت بڑا رحم کرنے والا ہے کہ کفر پر بھی روزی دیتا ہے مہلت دیتا ہے فرصت دیتا ہے الرحیم اس رحمت کو سمیٹ کر اپنی رحمت اطاعت پر مختص کر دینے والا بھی ہے ایک وقت آئے گا ۔ جب کہ رحمانیت کے اظہار پہ بات چلی جائے گی ۔ کہ جنہوں نے رحمانیت کو ٹھکرایا وہ رحیمیت سے محروم رہے ۔

ملک یوم الدین ساری دنیا کے بڑے سے بڑے باجبروت اور طاقتور حکمرانوں کو جمع کر کے یہ اعلان کرنے والا لمن الملک الیوم کون ہے جو حکومت کا دعویٰ کر سکے ۔

ایاک نعبدو ۔ اللہ ہم اپنی خواہشات کی تکمیل کی امید تم سے رکھتے ہیں ۔ عبادت کا معنی صرف رکوع و سجود نہیں ہے عبادت کا معنی وہ تذلل ہے وہ عاجزی ہے وہ نیاز مندی ہے جو اپنی ضرورتوں اپنی حاجات کی تکمیل کے لئے یا اپنے آپ کو نقصان سے بچانے کے لئے کسی کے لئے ہمارے دل میں پیدا ہوتی ہے وہ ہے اصل عبادت اس کا وعدہ صرف اللہ سے ہے ہمارا جینا ہمارا مرنا ہماری عزت ہماری ذلت ہماری روزی ہماری امیری ہماری فقیری اس سب کی امید ہمیں صرف تیری ذات سے ہے ۔

و ایاک نستعین ۔ یہ امید رکھنے کے لئے ھی ہم تیری مدد کے محتاج ہیں تو ہی توفیق دے تو تیرے ساتھ امید بھی رکھی جا سکتی ہے ۔ ہمیں تیری مدد کی ضرورت ہے تو ہمیں یہ طاقت دے اپنی امیدیں ہم تجھ سے وابستہ رکھیں اور اس کے بعد فیصلہ دے دیا قرآن حکیم نے کہ دنیا میں دو طبقے ہیں انسانوں کے ۔تم نہ صرف ایک طبقے کے ساتھ رہنے کی کوشش کرو بلکہ اللہ سے دعا کیا کرو ہر لحہ ہر آن ہر نماز میں نماز کی ہر ہر رکعت میں کہ اللہ ہمیں ان لوگوں کے ساتھ رکھ جن پر تو نے انعام فرمایا جو تیری اطاعت گزار تھے ۔ جن کا ایمان تیرے ساتھ تھا جن کی اطاعت تیرے لئے وقف تھی جو تیری بارگاہ میں جھکا کرتے تھے ۔ جو تیری رحمت پایا کرتے تھے ہمیں ان کے شمار میں کر دے ۔

اور اس گروہ سے ہمیں محفوظ رکھ ان کی قطار میں ہمیں کھڑا نہ ہونے دے ہمیں اس طرف نہ جانے دے جن پر تیرا غضب نازل ہوا اور جو تیری راہ سے بھٹک گئے ۔یہ دو قومیں بانٹ دیں اللہ نے ۔

قرآن کی بنیاد میں یہ فرما دیا کہ نہ صرف کوشش کرو بلکہ اللہ سے بھی ہر نماز کی ہر رکعت میں یہ مانگا کرو کہ اللہ مجھے اس صف میں کھڑا کر جو تیرے بندوں کی ہے جو تیرے اطاعت گزاروں کی ہے جن پر تیرا انعام ہے ۔ اور یہود و نصاریٰ اور وہ لوگ جن پر تیرا غضب ہوا ، مفسرین کے نزدیک یہودی ہیں ۔ اور جو حق کی راہ سے بھٹک گئے مفسرین کے نزدیک نصاریٰ ہیں ۔ کوئی بھی جو تیرے غضب کا حامل ہے کوئی بھی جو تیری راہ سے بھٹک گیا جس کا سمبل ہیں یہود اور نصاریٰ اللہ ہمیں ان سے دور رکھنا یہ کہاں کی شرافت ہے یہ کونسا فتویٰ ہے اور یہ کونسا دین ہے کہ تم یہودیوں کی فوجوں میں شامل ہو کر مسلمان پر حملہ آور ہوتے ہو اور اپنے مسلمان ہونے کا دعویٰ بھی ہے اور اسلامی

ریاست کا اقرار بھی ہے ۔ یہ بات کم از کم میرے جیسے انپڑھ آدمی کی سمجھ میں نہیں آتی کہ یہ کیسے ممکن ہے یہ دو باتیں کیسے یکجا ہیں کہ آپ نماز میں پڑھتے ہیں کہ اللہ ہمیں یہود و نصاریٰ کی قطار سے الگ رکھ اور اپنا اسلحہ ایمونیشن لے کر ان کے ساتھ کھڑے ہو جاتے ہیں ۔ نماز میں دعا مانگتے ہیں ہمیں اطاعت گزاروں کے ساتھ رکھ اور وہ جو مورچے پر جائے نماز بچھائے نماز پڑھ رہا ہے ۔ اس پر بمباری کرنے کے لئے یہودیوں کے ساتھ شامل ہو جاتے ہیں ۔

وہ ظالم سہی، برا سہی، سنگدل سہی، لیکن یہودی تو نہیں، نصاریٰ تو نہیں ہے، کافر تو نہیں ہے اگر کوئی مسلمان جرم کرے اگر ایک مسلمان قتل کرتا ہے تو یہ کونسی شریعت میں ہے کہ اسے کافروں کے سپرد کر دیا جائے آپ اسے قتل تو کر سکتے ہیں اس کے قصاص میں اسے کافروں کے سپرد نہیں کر سکتے یہ کون سی شریعت ہے کوئی ہے نظیر آپ کے پاس؟۔ کہ کوئی مسلمان ڈاکو ہو تو اسے اس بناء پر پکڑ کر کافر حکمران کو دے دیا گیا ہے۔وہ ڈاکو ہے تو اس کے پاؤں کاٹ دو ہاتھ کاٹ دو سولی پہ لٹکا دو قتل کر دو لیکن تم خود مسلمان اس پہ سزا لگا لو ۔

یہ حکمران جو ظلم کر رہے ہیں جس پر یہ گامزن ہیں یہ معمولی نہیں ہے شاید ہم لوگوں کو بچوں کا پیٹ پالنے سے فرصت نہیں ملتی کہ ہم اس سے زیادہ سوچ بھی سکیں یہ اصول حکمرانی ہے ان ممالک میں کہ لوگوں کو افلاس میں جکڑ کر رکھو لوگوں کو جہالت میں پھنسا کر رکھو کسی کو صحیح تعلیم نہ دو کسی کو پڑھایا نہ جائے کسی کو سکھایا نہ جائے اور یہ ایک دائرے سے باہر سوچ ہی نہ سکیں ورنہ آج بھی روئے زمین کا سب سے بہترین حصہ جو ہے وہ مسلمانوں کے پاس ہے انڈونیشیا سے لے کر مغرب میں مصر تک اور یہ سارا ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ جتنا علاقہ ہے سارا مسلمانوں کے پاس ہے جتنی زمین پہ زیادہ زراعت ہوتی ہے۔ وہ مسلمانوں کے پاس ہے جس زمین میں تیل ہے وہ مسلمانوں کے پاس ہے جس زمین سے سونا نکلتا ہے وہ مسلمانوں کے پاس ہے جس زمین میں جواہرات کی کانیں ہیں وہ مسلمانوں کے پاس ہیں ۔

جس زمین پر ضروریات زندگی کی زیادہ چیزیں دولت کی فراوانی ہے وہ ساری مسلمانوں کے پاس ہیں ۔ لیکن بے ایمان حکمران دولت کو لوٹ لوٹ کر اربوں اور کروڑوں اور کھربوں کے حساب سے کافر ملک میں رکھتے رہتے ہیں اور کافروں کی ساری اکانوی جو ہے وہ مسلمانوں کی دولت پہ چلتی ہے امریکہ ہو یا برطانیہ فرانس ہو یا یورپ کا کوئی اور ملک ساری دولت مسلمانوں کی ہے عیش کافر کرتے ہیں اور یہ کون کرتے ہیں وہ مسلمان حکومتیں جنہوں نے اللہ کی دی ہوئی اتنی بڑی زمین کو ساٹھ سلطنتوں میں بانٹ رکھا ہے کس کاباپ سلطان تھا ان میں سے۔یہ سب یہ کل کے گداگر آج کے حکمران ملک کا خون چوس چوس کر کافروں کو پال رہے ہیں اور اپنے ملک کو اور مستحقین کو انہوں نے فقیر بنا رکھا ہے ۔

کاش!لوگ اسلام کو اپنا مذہب سمجھتے، کاش!لوگ حکمرانوں کا ملک سمجھنے کے بجائے اس ملک کو اپنا ملک سمجھتے، کاش!لوگ دو وقت کی روٹی کھانے سے کچھ آگے بھی سوچتے کہ اللہ کے حضور جانا بھی ہے ۔ انہیں صرف بچے پیدا کرنا صرف مکان بنانا اور صرف دولت نہیں جمع کرنا ہے اپنی زندگی کی یہ سانسیں گزار کر مرنا بھی ہے اور تو کچھ بس میں نہیں لیکن کیا ہم ایک ایسے مسلمان کے لئے جس نے اس صدی میں اسلام کے انصاف کی یاد تازہ کر دی ہے جس نے اس صدی میں یہ ثابت کر دیا ہے ۔ کہ میری گردن اللہ کے آگے جھکے گی اور کسی دنیوی طاقت کے سامنے نہیں جھک سکتی ۔ سلامتی کونسل کا نام دیکھو اور کام دیکھو۔

کونسا ملک ہے جس کا خون سلامتی کونسل کے جبڑوں سے نہیں ٹپک رہا۔آج امریکہ کا صدر بش کہہ رہا ہے ہم دعا کر رہے ہیں کہ زیادہ لوگ نہ مریں۔اللہ لوگوں کی حفاظت کرے۔آگ دکھا کر پوری دنیا کو دعا کر رہے ہیں کہ لوگ جلنے سے بچ جائیں دعا موثر ہوتی ہے یا عمل؟ایک آدمی کو زہر کھلا کر اس کے لئے دعا کرو اللہ تجھے لمبی عمر دے۔اس سے بڑا مذاق کیا ہو گا ۔ لیکن شاید نہیں جانتے ایک طاقت انسانوں سے اوپر بھی ہے اگر اس نے عراق کے حق میں موت کا فیصلہ دے دیا ہے تو میں اور آپ تو نہیں بدل سکتے ۔

لیکن یہ یاد رکھ لیجئے صدام ایسا عجیب آدمی ہے جب زیادہ دباؤ بڑھا تو اس نے حکم دے دیا کہ پوری قوم کے دل میں اللہ اکبر ثبت کر دو اور قومی جھنڈے پر اس لفظ کا اضافہ کر دو اور انہیں بتاؤ کہ ہم اس کی

عظمت کے آگے جھکیں گے، واحد انسان ہے جس نے کسی انسان کے آگے ہاتھ نہیں پھیلایا۔ کتنی عجیب بات ہے اتنے بڑے دباؤ میں اس نے کسی مسلمان ملک سے بھی بھیک نہیں مانگی۔ میرے خیال میں اس کے لئے اللہ ہی کافی ہے ۔ شاید ان کے ہاتھ غریبوں کے خون سے رنگے ہوئے، ان کی زبانیں غریبوں کے خون سے تر، جیبیں غریبوں کے مال سے بھری ہوئی، انہیں اللہ توفیق ہی نہیں دے رہا کہ اس کی حمایت میں بات تو کر سکیں ۔

آج دنیا کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک ہر مسلمان کو کس نے اس کا نام سکھا دیا ہے اس نے جس کا نام اس نے سرکاری جھنڈے پہ نصب کیا ہے۔ عراق کی طرف سے تو دنیا میں پراپیگنڈہ کرنے کوئی نہیں آیا لیکن ہر ملک کا ہر شہری اس کے لئے بے قرار ہے اور یہ بے حس حکمران ابھی تک اللہ کو چھوڑ کر امریکہ کو خوش کرنے کی فکر میں ہیں ۔ اب جبکہ امریکہ بھی ملک الموت کے آہنی شکنجے میں آ چکا ہے انشاء اللہ روس سے بدتر حالت سے دوچار امریکہ ہو گا ان کا آقائے نعمت، ان کا ولی نعمت اور رشین بلاک اب وہ ایک دوسرے کے زخم چاٹ رہے ہیں روس ان کی مدد پہ نہیں آ سکتا ان کا بھی امریکہ بہادر پہ تکیہ ہے کل تک انشاء اللہ امریکہ کو خیرات دینے کی سوچ رہے ہوں گے اور اسلام پھر بھی زندہ رہے گا اسلام پھر بھی باقی رہے گا اور لاکھوں ایسے جواں مرد اسلام کی گود میں پیدا ہوتے رہیں گے ۔ اسے تاتاریوں کا طوفان نہیں مٹا سکا اسے عیسائی دنیا کی وہ یلغار ختم نہ کر سکی جب اسی میدان میں صلاح الدین ایوبی اکیلا ساری صیہونیت کے سامنے ڈٹ گیا تھا یہ وہی میدان تھا وہی تاریخ آج پھر دہرائی جا رہی ہے اس دور میں بھی عیسائیوں کے ساتھ اس دور کے مسلمان حکمران تھے لیکن اس نے اللہ کے بھروسے پر فلسطین کو بھی آزاد کرا لیا۔ اللہ کرے اس دور کا صلاح الدین فلسطین کو بیت المقدس کو آزاد کرائے ۔ بالکل یہی حال ہوا تھا کہ کہاں تک فرانس اور برطانیہ تک، ساری عیسائی حکومتیں وہاں سے پیدل چلنے کا زمانہ، گھوڑوں کا زمانہ اور بادبانی جہازوں کا زمانہ تھا وہ وہاں سے چل کر یہاں لڑنے آئے تھے لیکن اللہ کے اس بندے نے انہیں شکست دی تھی اور ان گداگر مسلمانوں کو بھی جو عیسائیوں کی طرف داری میں، حکمرانی کے لالچ میں، اس کے راستے میں آئے۔ ان سے بھی لڑا۔ اللہ اسے اس دور کا صلاح الدین بنا دے۔ امین! اور اللہ کرے ہم اس کے لئے دعا تو کرتے رہیں ۔

مولوی اور صوفی

مولوی علم ہے اور صوفی عمل ہے۔ مولوی قالب ہے، صوفی قلب ہے۔ مولوی جن اعمال کی جزا آخرت میں دیکھے گا صوفی دنیوی زندگی میں برزخ کے حالات دیکھتا ہے۔

مولوی جو چیز خواب میں دیکھتا ہے، صوفی عالم بیداری میں بذریعہ کشف دیکھتا ہے۔ اس لئے صوفی کو ایک طرح کی ملائکہ سے مشابہت ہے۔

علماء کا کہنا یہ ہے کہ ظاہر شریعت پر عمل کر لینا کافی ہے میں کہتا ہوں کہ تزکیۂ باطن کے بغیر شریعت پہ کما حقہ عمل ہو ہی نہیں سکتا لا الہ الا اللہ پڑھنے سے الٰہ ظاہری کی نفی تو ہو گی مگر جب تک تزکیہ نفس نہ ہو گا الٰہ باطنیہ کی نفی نہ ہو سکے گی۔ عالم ظاہر بین نور بصیرت سے محروم ہے یہ دولت انبیاء علیہم السلام کے ہاں سے صحیح وارثان علمائے ربانیین اور صوفیائے کرام کو ملی ہے۔ یہ انعامی اور انعکاسی چیز ہے جو انعکاس اور صحبت شیخ سے حاصل ہوتی ہے ۔

اللہ
رسول
محمد
صقارہ کالج

نوٹس داخلہ

برائے فرسٹ/سیکنڈ ایئر

حکومت سے منظور شدہ

صقارہ کالج لاہور

(انگلش میڈیم)
(ہوسٹل کی سہولیات)

گریجوایشن کے بعد ایم اے

میتھ، اسٹیٹکس، اکنامکس

لیکچرار

ایم بی اے

ایم اے انگلش

اعلیٰ تربیت اعلیٰ کردار
روشن مستقبل دین و دنیا کا حسین امتزاج

سی ایس ایس

پی سی ایس

تعمیر سیرت

صحافت

سوکس پولیٹیکل سائنس

قرآن و سنت

نتائج کے اعلان کے بعد دس دن کے اندر اندر فارم داخلہ وصول کیے جائیں گے

صقارہ کالج کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور نمبر ۵۴۷ فون نمبر ۸۴۲۹۰۹

حلقہ ہائے ذکر

نام حلقہ و پتہ	دن	وقت
○ او میہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور	روزانہ	صبح و بعد نماز مغرب
○ مسجد حنفیہ اکھاڑہ بوٹا مل رحمان گلی نزد	جمعہ	۸ بجے صبح
○ اڈہ کراؤن بس لاہور		
○ مسجد کنٹونمنٹ بورڈ نزد ڈے بلڈنگ لاہور چھاؤنی	ہفتہ و منگل	بعد نماز مغرب
○ مسجد خضری سمن آباد لاہور	سوموار	بعد نماز مغرب
○ مسجد دار الشفقت چوک یتیم خانہ ملتان روڈ لاہور	روزانہ	صبح و بعد نماز مغرب
○ مسجد نور چوک داروغہ والا واہگہ روڈ لاہور	روزانہ	بعد نماز مغرب
○ اقبال مسجد پریم نگر نزد ایم اے او کالج ساندہ روڈ لاہور	روزانہ	بعد نماز مغرب
○ مسجد کھجور والی سید مٹھا بازار اندرون لاہوری گیٹ	روزانہ	بعد نماز مغرب
○ لاہور		
○ برمکان ماسٹر رشید احمد مکان نمبر ۲۲ گلی نمبر ۴۹	روزانہ	بعد نماز مغرب
○ وسن پورہ کشمیری محلہ لاہور		
○ جامعہ انوار القرآن چک نمبر EB.۱۴۲ تحصیل	ہرماہ کے تیسرے جمعہ	"
○ بوریوالہ وہاڑی		
○ کوٹھی جناب لک صاحب گجرات	ہرماہ کے تیسرے جمعہ	۱۰.۳۰ بجے صبح
○ فرید کارنر شاپ کھاریاں کینٹ	جمعہ	بعد نماز جمعہ
○ عسکری مسجد ساؤتھ کالونی کھاریاں	سوموار	بعد نماز مغرب

نوٹ ـــ دوسرے شہروں کے صاحب مجاز اور امراء حضرات سے التماس ہے کہ وہ اپنے شہر کی فہرست برائے حلقہ ذکر کی تفصیل ارسال فرمائیں تاکہ شامل اشاعت کیا جائے

THAT MAN FROM THE TWILIGHT ZONE

(TAJ RAHIM)

He was just like a common man, of normal height, strong physical strature, with a face of graceful brown colour, bright eyes, and thick white beard. He lived simple life, ate simple food. He did not attend any formal school or College, had no formal diploma or degree. BUT HE WAS EXTRA ORDINARY.

He initiated a silent revolution in the hearts of millions of people. he converted criminals to peace loving, sinners to piety, materialist to God-loving and non-believers to sufis. He was himself a great sufi, renownd scholar, reputed debator, powerful speaker, a competent wali, and an accomplished Shaikh. He was humable in manners, soft spoken but had forceful and resonant voice. He was always clear in his thoughts with excellent language and effective speach, and with pleasing mianwali accent. His tilawat-e-Quran (recitation) was so dynamic and melodious that would attract even the most inattentive listner.

He always dressed modestly in Kurta (Shirt), Shalwar or Dhothi and a plain green cloth as turban. He used to wear mianwali chappals for shoes. He did not like and never did wear the hooded cloak and robe, a traditional dress of the traditional peers (saints). He had developed a slight unnoticeable lameness in his right leg, caused by an injury that he received by falling down from a tree, in his teeage life. In his seventies he used a stick for support. He lived an active graceful life of 80 years.

He was born in 1904 to a farmer named Zulfiqar of Awan tribe, in the

remote semi-desert town of chakrala (Mianwali District). He grew through his childhood as a farm child and shepherd to his father's goats. His life was not different from other childern of the area. He passed through his teenage life without any education and nothing special is known of that period of his life except that he kept himself away from smoking, stealing or trouble making like other teenagers. He was much inclined toward religion.

He had two brothers, on died in his youth, the other named Bahadur is still alive but he is blind now. He had a son and a daughter, both married and live their independent life. His wife is still alive.

When he was eighteen, he joined mianwali police force, but did not like this job and quit. His second job was in Jail security in the city of Peshawar. The Jail warden was a Hindu and corrupt man. This was against his nature to work with a man of corrupt character. He had a fight with the wardon, beat his up and as a result lost this job.

It was during this period that he became interested in learning. He was intellegent and quick learner, so he completed the elementary level course in short time and became able to read Books. He read books on Islam that diverted his life.

Now he was twenty and decided to leave home and go out for Islamic education. He was married by his parents when he was quite young as was the custom there. Since he was leaving home probably for long period, he relieved his wife of marriage responsibilities so that she could decide and live a life of her choice and not remained tied to a man who would be absent from home for an indefinite period of time.

There were no regular institutions for Islamic learning in the area. He studied at different mosqs, the basics as grammer, Logic, philosophy, Islamic history, arabic, persian etc. For hadith education, he went to Dehli and enrolled in Madrasa Aminia, run by Mufti Kifayat ullah. He could not attend the famous school of Islamic learning at Daye Band, Because it was closed due to the arrest of Muslim Scholars and teachers for taking part in Reshmi-Romal Movement.

He was good at tracking down thieves. It was in 1936, he was studying in chak No. 10, of Sargodha. His teacher's bull got Stolen. In tracking down the thief, he arrived at the town of Langar Makhdoom. A group of locals were sitting in a chopal. He joined them. They were discussing celestial life and communication with dead people. Hazrat was non-believer of such things. But when an old man said "Well: I can not make you believe this, but I do have audience with them". This statement startled him. He became inquestitive and asked, "Do they talk to you?" The

old man replied, " Yes Son, they do. Would you like to know? *Hazrat ji* got interest in having this experience. That was another turning point in his life.

That oldman was Hazrat Maulana Abdur Rahim. *Hazrat ji* became his student in sufism. He learnt Zikr and meditation from maulana Abdur Rahim and the place where *Hazrat ji* spent his next 16 years of life in solitude, was the shrine of Hazrat Allah Din Madni. He felt nothing un usual for sixteen years. It was at the end of sixteenth year that things opened up to him. The sould of that Holy personality made contact and communicated with *Hazrat ji*. There is 400 years time-gap between these two personalities, one, the Shaikh was in Barzkh (celestial) and the other, the desciple in this world. *Hazrat ji* received spiritual beneficanse, was awarded willayat and Khilafat (succession) from his Shaikh , Sultan-ul-Arifeen Hazrat Allah Din Madni (R.A) *Hazrat ji* was instructed by his Shaikh that the time of seclusion was over, he should go out, mingle with the public, guide them, and distribute the blessings of the Holy Prophet (Peace be upon him) to seekers. When *Hazrat ji* came out of the isolation, he was a competent walli (saint), capable and fully equipped with the knowledge and power of inner purification and giving away spiritual blessings.

When *Hazrat ji* came-back to his home town chakrala, he had to face a number of satanic movements. He fought them single handed. Shiat were dominent in the area. Another perverted cult known as chakralvi were busy spreading their cult. *Hazrat ji* held a number of debates with Shiat scholars. *Hazrat ji* was too strong for them, and most of the time they quit the scene without facing him. He spoke against the chakralvi cult and was successful in destroying their influence in the area. From 1948 to 1958 he became a reputed debator and scholar.

Hazrat ji disclosed himself to Qazi Sana ullah, for the first time in 1952, and offered to lead him in Zikre, and meditation. Qazi was glad to find the man, he was looking for. He became Hazrat's ji first disciple. *Hazrat ji* was in his forties while Qazi was old enough and had white hair and white beard. He is still alive and is over 120. Haji Mohammad Khan and Imam Masjid of Dhali-wal were the second disciples.

Maulana Mohammed Akram met *Hazrat ji* in 1958, when *Hazrat ji* was in the area for a debate with a shiat secholar. Maulana was surprised and could not believe to find a debator and scholar of scuh fame, so simple and humable. Later when he discovered that *Hazrat ji* was not only a scholar but was gifted by almighty Allah with the power of a wali, and he could have personal audience with the Holy Prophet (Peace be upon him) and also had the power to take a seeker to the presence of the Holy Prophet (Peace be upon Him). Maulana

Mohammad Akram devoted his life to serve Allah Allmighty, and the Holy Prophet (Peace be upon Him) under the spiritual leadership of *Hazrat ji*.

Hazrat Maulana Mohammad Akram joined *Hazrat ji* in his evangelical tours. These tours became more organised.

Maulana Mohammad Akram is a gifted speaker, the mission expanded. They travelled from town to town, they hitch hiked, travelled by buses, by tongas, buy rail or by any mode of transportation that was available. More and more seekers joined them. Since 1960, *Hazrat ji* nad Maulana Mohammad Akram became a team. From this time it was not possible to write about one, alone. This team of two was strong, Allah helped them, their progress was real. The mission took an upward turn. Educated people strated joining in the march. The town of chakwal was the first place where brothers started regular sessions of group ZIKR.

Permission for open invitation to public (Dawa't Aam) was granted from the court of the Holy Prophet (Peace be upon Him). Circles for Group ZIKR were formed at different places. The first gathering was held at the mud farm-house of Maulana Mohammad Adram.

During 1961-62 a few prominent personalities joined the mission. They were Professor Abdur Razaq and Hafiz Ghulam Jilani.

The first Seminar was held in the same mud house in 1962. The seminar last for 12 days with 15 brothers who attended. These seminars were held there at different intervals. The number of brothers kept growing. It was decided to hold annual convention every summer. The first annual summer convention was held in august 1968 at Noorpur at the residance of Maulana Mohammed Akram The second Annual Convention was held at the village Munara at the residance of Malik Khuda Bukhsh. The attendance had grown and no residance had enough accomodation, therefore the Munara School Building was acquired on temporary basis. There was no electricity in the building, no water arrangement were there. Inspite of all these difficulties, brothers from all over the country and over-seas, kept coming to these conventions. Brothers were quite happy about this facility. They considerd it a blessing that they had enough space to get to gether, had ZIKR and plenty of floor to sleep on.

Col. Matloob Hussain came in the mission in 1972. His entry further strenghten the team. He played a vital role in administration and management. He started pre-planning all evangelical tours. Thus *Hazrat ji*, Maulana Mohammad Akram and Col. Matloob Hussain ttravelled from Gilgit at extrem north, to Karachi, the last southern city. Mostly in every large city of the country,

ZIKR circles were orgonized. Col. Matloob fully put to use his army management skill. Construction of a convention centre was planned. The land was donated by Maulana Mohammad Akram. That open stoney top of the hill became the centre for this mission. Foundation of the Building was laid during the annual convention of 1979. The place was named Darul-Irfan. Completion of this massive building took about a year. The annual convention of 1980 started in august in the Munara school building and moved in september to Darul-Irfan. All brother of the SILSILA took active part in the construction of the building irrespective of their ranks and status.

Now there was a permanent central base. All the activities of the mission originated from here. People started pouring in. There was enough room for ever 1500 people to sleep in, make their prayers, and do ZIKR. Langar (Free Mess) was established. Seekers kept coming every day to join in Group ZIKR, for self purification and for the company of their Shaikh. Teaching and training programm were made available to all seekers. 3 day monthly seminar became a regular feature at Darul-Irfan.

Hazrat ji was a great reader. He had developed a regular habit of reading and writing. After the morning prayer, used to come home from masjid and attend to domestic activities, after ashraq prayers was the time to go out to farm and then returened for chast prayer. This was his time to go into his personal library and kept himself busy in studing books, and writing. Used to rest for a while till Zuher prayer. In between Zuher and Asar prayer he used to spend that time again in the library, answering all the letters from seekers. He used to have his dinner early before Maghrib prayer. In between maghrib and Isha prayer, he used that time for ZIKR and meditation, in the masjid. His get up time was very early. After Tahajud prayer, ZIKR and maraqabat were his habit.

As mentioned before he had an extensive library, had a large collection of books, worth about a million rupees. He bought each and every book with his own money. There are thousands of books in it. This is to be the largest personal library in the country. The most intersting thing is, that he had read each and every book, put down his comments evaluation or notes on the book that he read. There are books in Urdu, persian, arabic and a few in sansikrat. These books are printed in countries like Egypt, Iraq, Iran and India. A publishing house was established to carry on publishing, printing, sales and distribution of the literature of the SILSILA. It has sales and distribution branches at urdu bazar Lahore., Awaisia Socitety Lahore and at Darul-Irfan. It has published more than 70 books, so far, and other 10 books are in the printing process. It has published

books of International fame such as Dalail-u-Salook and Israrul Tanzeel (3 Vol.) Another book "Ghubar-e-Rah" by Mualana Mohammad Akram will be in the market soon. Translations into various languages are also sponsored by this house.

AL-MURSHAD *(Monthly Magazine)*

Publishing Declaration was awarded on the 7th October 1979. And first issue was out in December 1979.

Professor Abdur Razaq was the first chief Editor and the following were honorary editors, Maulana Mohammad Akram, Bunyad Hussain Naqvi and Bagh Hussain Kamal.

Providing knowkedge on Tasawaf and training in self purification is the purpose of the magazine.

Bai-at (Oath of allegiance and initiation) was permited 1979-80. It was a declaration that every seeker would be permitted in the SILSILA, and would be allowed to avail the facilities of educating, training in ZIKR, maraqibat and self purification with beheficance from the Shaikh and awail the opportunity of the company of the Shaikh.

Brother from all walks of life were coming into the Brotherhood of this sufi order. The Brotherhood kept on growing, the number increased.

At the convention at Langar Makhdom in October 1983, *Hazrat ji* delivered his last speech before a large audience of followers. He spoke on the realty of death and life in barzkh, gave instructions to brothers of unity and love, of leading examplary life and not to forget that life here is temporary, that every brother should prepare himself for the eternal life.

This speech was a clear indication that *Hazrat ji* was prepared for the journey to the world beyond. That he had served his mission and had trained and educated those who had the ability to lead the mission, further expand it with the guidance of all mighty Allah and with the blessings of the Holy Prophet (Peace be upon him).

All the brothers and followers present at the convention understood the message. They felt it, they wept and they cried.

At the end of january 1984, his health deteriorated and illness turned serious. He was shifted to Islamabad. He had developed some reaction to certain medecine that he took. Interior of his month, throat and tongue were badly infected. It became hard for him to talk. He could communicate only by writing on a piece of paper.

He stayed at the House of Fazal Karim Butt. Dr. Azmat stayed with him as personal physician while other competent doctors and specialists were there to diagnose and recommend treatment. But his condition got worse. He could nto eat or drink. The only

method of getting a little nourishment was through glocose drips. Dr. Azmat and Ahmed Nawaz served him 24 hours. But things did not improve and he was taken to combined military Hospitl, Rawalpindi where he was kept in the extensive care unit. Top specialists attended him. He remained in coma for 3 days. At the end of the tird day, he came out of coma, opened his eyes. On the fourth day he improved very quickly and was moved out of the extensive care unit.

Crowd of followers were waiting for good news and when they learnt that *Hazrat ji* is alive and improved, every one in the crowd was happy. In a few days he recovered so well that on February 11th, he was back to Islamabad among the crowd of his happy followers. That was Friday.

On Wednesday all the test were repeated and result showed that all the organs in the body were functioning normal. Col. Motloob Hussain stayed there most of the time, while Hazrat Maulana Mohammad Akram kept visiting him.

It was February 18, 1984, His condition suddenly changed. The call came to say good by to this mortal world. Along with the sun set of that evening, this radiant and glowing sun was disapeasing behind the clouds. At 6.45 pm. he took his last breath and departed. The same night at 12 O' clock he was given ghusal (ritual bath) by major Baig, Zahid and Baba Qadir Bukhsh. At 3 in the morning his body was carried to Darul Irfan and then from there to Chakrala, his home town. After the zuher prayer, the Namaz-e-Jinaza (Funereal Prayer) led by Hazrat Maulana Mohammad Akram. Participants in the janaza were exeeding the number of a hundered thousand. Every brother was deeply moved, sad and depressed. This was a moment of heavy trial for the followers since they had lost their leader..

Hazrat Maulana Mohammad Akram gave final touches to his grave and lowered down the blessed body into the grave with the help of Ahsan Beg, Zahid and Col. Sultan. They covered the grave and shaped it.

It was an emotional scene. It looked as all the sheep lost their shepherd and they do not know what to do and where to go.

THE WILL:

On August 18, 1982, *Hazrat ji* dictated his will with comprehensive instructions for running the Organization. These instructions serve as constitution for the Brotherhood. In compliance with the Will, the following action were taken:

1. Maulana Mohammad Akran took over as the first succeeding Shaikh of the SILSILAH AWAISIAH.
2. Col. Matloob Hussain as the Nazim-e-Ala (Chief Executive)

AL-MURSHAD

3. SUPREME COUNCIL: A policy making body of the organization, consists of the following 6 members:
   - (i) *Col. Matloob Hussain (Chief Executive)*
   - (ii) *Prof. Hafiz Abdur Razaq*
   - (iii) *Amanulah Luk*
   - (iv) *Haji Altaf Hussain*
   - (v) *Ali Ahmed.*
   - (vi) *Col. Bashir Qureshi*

4 General Council:

   This body cousists of:
   - (i) *The members of the supreme council;*
   - (ii) *Members of the Advisory council;*
   - (iii) *Majazeen (Spiritual Deputies)*
   - (iv) *District Heads*

ADVISORY COUNCIL:

There are 10 members, each for 3 year tenure, with specialized qualification in certain field.

MAJZEEN (*Spiritual Deputies*):

This is purly a spiritual position. The Shaikh can appoint a person whome he consider to be able to educate, train and lead a seeker. The Majaz is not authorized to take Baiat.

DISTRICT HEADS (*Zila-e-Umara*)

This is an administerative position. Appointments are made by the Chief Executive:

IDARA NAQSHBANDIAH AWAISIAH

(Registered under No: RP/173/01-1984 - 85)

This organization was established to run the Publishing House, A-Murshad Magazine, and to maintain and preserve the personal library of *Hazrat ji*

THE SIQARAH ACADEMIES:

It is a sub-Organization to plan, establish and run Educational Institutions. The first High School is in Darul Irfan. The Degree level college is under Construction in the Awaisia Society Lahore.

HOUSING SOCIETY:

To provide better housing at reasonalbe cost to memebers. The first project is in Lahore, with completed facilities. There are a mumber of houses that are already completed and occupied and many others are under construction. The building for Siqarah Academy (College) and Masjid are located in this project.

OVER SEAS MISSIONS:

The Dawa't of Islam is not confined to a specific community, race or country. It is for all the human beings. Being Muslims, it is our duty to carry the name of "Allah" to every corner of this earth *Hazrat ji* in his life promoted it, and carried it to a few countries.